يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

ماہواری رسالہ

انوار الصوفیہ

جلد ۱ بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ نمبر ۱

جون جولائی ۱۹۰۵ء

فہرست مضامین

انجمن خدام الصوفیہ کی طرف سے

بفیض عام پریس لاہور میں طبع ہو کر شائع ہوا

انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری
نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1904 کو شروع کروایا تھا

رسالہ انوار الصوفیہ کی 1904 کی ابتدائی 12 جلدیں مہیا
کرنے پر میں پروفیسر فاروق منشاد صاحب کا مشکور ہوں

تاجدار بہاولپور
پروفیسر محمد منشاد علی جماعتی رحمتہ اللہ علیہ
خلیفہ مجاز علی پور سیداں شریف

نوٹ: یہ رسائل باباجی سرکار پروفیسر منشاد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے
خود پروفیسر فاروق صاحب کو دیے تھے، اور ان تمام رسائل
کی سکینگ کا تمام کام پروفیسر فاروق صاحب نے کیا ہے،
جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)

پروفیسر فاروق منشاد جماعتي

1	1904 Agust	5	1905 February	9	1905 June
2	1904 September	6	1905 March	10	1905 July
3	1904 October	7	1905 April	11	1905 Agust
4	1905 January	8	1905 May		

مقاصد و اغراض انجمن خدام الصوفیہ

(۱) اتحاد جمیع سلاسل صوفیہ مثلاً نقشبندیہ۔ چشتیہ۔ قادریہ۔ سہروردیہ وغیرہ

(۲) اشاعت علم تصوّف

(۳) فراہمی کتب تصوّف

(۴) اجرائے رسالہ انوار الصوفیہ جسمیں صوفیا کرام کا تذکرہ۔ اخلاق و آداب وغیرہ درج ہوں۔

نوٹ

ہر ایک قسم کی خط و کتابت متعلقہ انجمن خدام الصوفیہ یا رسالہ انوار الصوفیہ و ترسیل زر و منی آرڈر و تبادلۂ اخبارات و رسالہ جات بنام حافظ ظفر علی صاحب ایڈیٹر رسالہ ہذا بمقام لاہور۔ لوہاری منڈی۔ دفتر رسالہ انوار الصوفیہ ہونی چاہئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد

ہر خشک و تر میں تو ہے سب سے ہے ظہور تیرا
دل میں جگہ ہے تیری آنکھوں میں نور تیرا

موسیٰ نے طور ہی پر دیکھا تھا نور تیرا
ہر شے میں دیکھتے ہیں عاشق ظہور تیرا

یہ شان بے نیازی ممکن نہیں بشر میں
اے کبریا مبارک تجھ کو غرور تیرا

بیکار جستجو ہے ہر شے میں تو ہی تو ہے
پھولوں میں تیری بو ہے چہروں میں نور تیرا

اے آفتاب محشر اب جلد ہو بر آمد
ڈیوڑھی پہ منتظر ہے شور نشور تیرا

پوچھینگے جب فرشتے معبود کو لحد میں
آئیگا ذکر پہلے اے بت ضرور تیرا

کوٹھے پہ آکے ساقی چمکا دے میری صحبت
ہے چاند چودھویں کا جام بلور تیرا

ساقی کنارہ کش ہے کشتئ مے شکستہ
مشکل ہے بحر غم سے اے دل عبور تیرا

واقف ہیں کیا منجم باہیئت قمر سے
یہ اطلس فلک سے چھنتا ہے نور تیرا

تو فاتحہ کو آیا برپا ہوئی قیامت
رستہ ہی دیکھتے تھے اہل قبور تیرا

بخشش میں اب سحر کی لازم نہیں تامل
خود ہے مفر خطا کا یہ بے قصور تیرا

نعت

خوش آں بود یاراں کہ در عشق محمدؐ دم بدم
گر ہم بخوں ناظم بجاں سوزم بدل بیرم بدم

جا ہم بدینہ گر بود من ہند را کردہ وداع
جو شم چو خم غلطم چو در پویم چو بو شبنم چو جم

اے از طفیل ذات تو مخلوق گشتہ انس و جان
آہنگ یثرب میکنم ساماں مرا موجود ہست
سودائے عشقت در سرم جائے کند چوں در سرم
صیدے شدن در دل ہوس دارم بہ پیشت جانِ من
پیشت بود و پس ازاں مثلت نباشد در جہاں
دیدم جہاں را بیشتر مثلت نیامد در نظر
اوصاف تو اندر بیاں ہرگز نیاید از زباں
باہم شدہ شیر و شکر دیدہ چو خلق عام تو
در خدمتت بستہ کمر زانند از جاں خوب تر
یکجا شدہ در ذات تو نازاں بخود اوصاف تو
سر را خمیدہ پیش تو دیدہ چو عز و شان تو ۔
کس را نباشد در جہاں مثلِ تو اے شاہِ زماں
دریا نوالت دید چوں پوشیدہ رویش در کفن
گوئے زمین چرخ کہن کے دید مثلت جانِ من
پیدا شدی چوں در عرب یمن قدومت دور کرد
جائیکہ بنہادی قدم مانند ادریا د تو
یثرب گزیدی چوں وطن بردند غیرت جابراں
آنجا کہ بودی یکزماں قرباں سازم بے گماں
مثلت نیاید در نظر عمرے رود گر در سفر
اوصاف تو از حد فزوں کردند وصفت انبیا
پوشیدہ در زباں مشک ریف و عرق و حلم تو

آبِ رواں نظم جہاں نسق کہاں جاہ حشم
خاکم بہ تن خونم بدل آبم بچشم و پشت خم
خندم چو گل جوشم چو مل گبرم بجاں نازم چو جم
تیرے بزن دامے بچیں از قوس غمزہ و زلف خم
کانِ حیا ابرِ سخا عالی ہمم بحر کرم
شاہِ زمیں نورِ زماں مہرِ عرب ماہِ عجم
امّی لقب عالی نسب فیضِ اتم نورِ قدم
فقر و غنی شور و سکوں گرگ در رم شیر و غنم
حور و ملک جن و پری شیخ و جواں نیکے اتم
علم و ہدای جود و سخا لطف و عطا بذل و کرم
فرش زمیں چرخ و فلک عرش بریں لوح و قلم
علم و حیا مہر و وفا فضل و عطا رحم و کرم
گشتہ خجل بس منفعل شد مضمحل حاتم بفہم
کانِ سخا بحرِ عطا طور رہنما فیض اتم
مکر و دغا کذب و خطا جور و جفا ظلم و ستم
روح و رواں دنیا و دیں علم و عمل جان و دم
ملکِ جناں خلد بریں بیت القدس باغ ارم
مادر پدر فرزند و زن تا ہستہ تواں جان و دلم
در ہند و چیں بر ما صلا ترک و ختن روم و عجم
موسیٰ نبی ہارون ولی آدم صفی اہل حرم
دُرِّ عدن مشکِ ختن بوئے سمن خوئے صنم

روئیش بمن سازد اگر گوید که دیدہ ہیچو تو
یوسف نبود دو دیگرے گردم جہاں پایم اگر
اصحاب تو ہر یک کہ بُد بدر العُلیٰ نورا لہدیٰ
آں اہلِ بیت اقدست طاہر مطہر بودہ اند
باشد یکی آں شاہ عبدالقادر جیلاں تُرا
جانم فدائے ایں تنن باشم غلام آں دہم
آمد فقیری بے نوا بہر گدا کن یک نگاہ
یارب بود مارا غمذ اور یار محبوب الٰہ
عمرے بشد دارم ہلمن شوق دیدار محبوب خدا
دیوانہ باشم خلق را گیرد گتے ہیچوں نام تو
چوں از جمال پاک تو بہرہ بود سازم فدا
قربان راحت باہزاراں آرزو خواہم نمود
بعد زیارت دہ بما بہ قدامت تا کنم
رحمے بکن بر حال من مردم بہ ہجرت جان من

روئے چو گل لب ہا چو مُل دنداں چو دُر مژگاں چو غم
چین و چگل روم و عرب شام و ختنا مصر و عجم
اعوانِ تو ارکانِ دین عشاق رب یاراں ہم
اولاد تو اخفاد تو یک جان تو یک ابن عم
نورِ بصر لختِ جگر حامی دین مظہر اتم
آں چار یار ایں پنج آں یک شہ جیلان ام
عقلم ستاں ہم دل ستاں علمم ستاں جان ہم
آہ و فغاں شور و شغب درد و محن رنج و الم
دردے بدل سوزے بجاں شورے بسر چشماں چو یم
گویم کجا دستم بپا ہائے کنم نعرہ زنم
چشم و نظر عقل و خرد جان و جگر روح و دلم
مادر پدر فرزند و زن ایمان و دین جد و ابم
تار نفس جاروب رہ نورِ نظر فرش قدم
حالم ببیں لطفے نما نظرے بکن قاصاں دہم

دارد کبین عاشقاں اشفاق جہاں در وطن
آہے بلب شورے بسر زخمے بدل در چشم نم

ضروری عرضداشت

خدائے پاک کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جس کے فضل سے رسالہ کا اب دسواں نمبر چھپکر ہدیۂ احباب ہے۔ چونکہ سال رواں کی جلد اختتام کے قریب ہے لہٰذا جمیع خریداران رسالہ ہٰذا کی خدمت میں بکمال ادب التماس ہے کہ جن جن احباب کے پاس رسالہ نمبرا سے رسالہ نمبر ۱۰ تک کوئی ایک نمبر نہ ہو وہ دفتر رسالہ ہٰذا سے

منگوالیں۔ تاکہ اُن کے نمبروں کا سلسلہ نہ ٹوٹے۔ اور جلد کے اختتام پر پوری کامل جلد بن جائے
اکثر احباب کے پاس رسالہ نمبر ۱ و ۲ نہیں ہے۔ چونکہ دفتر میں یہ نمبر ختم ہو چکے تھے۔ اب پھر دوبارہ طبع
کرائے گئے ہیں۔ کوئی صاحب خواہ کسی نمبر سے خریدار ہوں۔ وہ پہلے نمبر ضرور منگوئیں۔ تاکہ شروع سال
سے حساب صاف رہے۔ ایڈیٹر

حیاتِ نبوی یا علمِ حبیب

جسمیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع ماکان و مایکون یعنی کل شئی کا عالم اور زندہ
بحیاتِ ابدی ہونا اور ایک وقت میں متعددہ مقامات خصوصاً مجالسِ مولد شریف میں رونق
افروز ہونا اور اس سبب سے اہلِ مجالس کا تعظیم کے لئے کھڑا ہونا آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ و اقوال
أئمہ مرضیہ و تفاسیر و کتب معتبرہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ منجملہ جن کے چند نام درج ذیل ہیں: صحاح ستہ
قسطلانی۔ عینی۔ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر عزیزی۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر رحمانی۔ تفسیر حسینی۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر شیخ الاکبر محی الدین
ابن عربی۔ روح البیان۔ جامع البیان۔ شرح عقائد۔ روض النظیر شرح جامع الصغیر۔ فتاوی امام نووی۔ مدارج النبوۃ
فصل الخطاب۔ عرائس البیان۔ شفاء قاضی عیاض۔ مواہب لدنیہ۔ شرح مقاصد۔ شرح خفاجی۔ زرقانی شرح مواہب۔
انموذج اللبیب۔ منح مکیہ شرح منظومہ ابن حجر۔ شرح قصیدہ بردہ (علامہ شیخ ابراہیم بیجوری)۔ رد نجدی۔ ترجمہ مشکوۃ۔
جامع البرکات۔ مرقاۃ۔ نفحات الانس۔ جوہر منظم۔ معتقد منتقد۔ رسالہ انتباہ الاذکیاء فی حیات الانبیاء۔ شرح الصدور۔ شامی
عقائد نسفی۔ تذکرۃ الموتی والقبور۔ المنجلی فی تطور الولی۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ فیوض الحرمین۔ مثنوی مولانا روم۔ تصنیفات امام
غزالی رحمہ و مولانا رازی و شیخ عبد الحق محدث۔ شاہ عبد العزیز قدس سرہم و دیگر علمائے عظام و صوفیائے کرام رح کی تصانیف
سے نیز عقلی و نقلی دلائل سے ایسی عمدگی سے بیان کیا ہے کہ ممکن نہیں کہ مخالف کو اس کے مطالعہ کے بعد کوئی حجت ملنے
میں باقی رہ جائے۔ اس مضمون میں یہ پہلی کتاب ہے جو مصنف نے نہایت محنت و جانفشانی سے مندرجہ بالا کتب سے حوالہ جات
سے تصنیف کی ہے۔ اس کتاب کے دیدار سے مشرف ہونا ہر اہلِ اسلام کے لئے عموماً اور صوفی مشرب حضرات کیلئے
خصوصاً لازمی و ضروری ہے۔ یہ کتاب صرف ۴ر پر پتہ ذیل سے مل سکتی ہے۔

پتہ مولوی محمد عظیم خوشنویس۔ لاہور۔ بازار چھتہ

نوٹ ناظرین رسالہ کو واضح رہے کہ قانون تصوف باب اول جواہر رسالہ میں درج کیا گیا ہے۔ یہ اُس مضمون کا بقیہ ہے
جو رسالہ نمبر ۱ و ۲ میں درج کیا گیا تھا۔ انہیں نمبروں کے لحاظ سے صفحہ کا نمبر دیا گیا ہے۔ اس مضمون کی تکمیل کے
لئے بھی جن جن احباب کے پاس نمبر ۱ و ۲ نہ ہوں وہ دفتر رسالہ انوار الصوفیہ سے منگوا لیں۔

ایڈیٹر۔

جب اُسکو قطرات باراں اور عدد ریگ بیاباں معلوم نہیں - تو ہر شے کے تمام خواص و احکام و آثار ذاتی کے عجائبات کو یہ کیا جانے ابھی سو برس کی ہسٹری آف سائینس (تاریخ علمی) کو دیکھئے کیا کیا نئے نئے خاصے ایک ایک شے کے ظاہر ہوئے ہیں - پانی کی بھاپ کی طاقت کو بجلی کی جلوہ نمائی کو فونوگراف کی دلربائی کو دیکھئے - یہ تو انہیں عجائبات کو دیکھکر لٹو ہو رہی ہے - انہیں پر اُسکی رال ٹپکی پڑتی ہے - سالک راہ حق اور طالب ذات مطلق کو تو اول سے اشیاء کے عجائبات اور طلسمات ان سے ہزار در ہزار درجہ بڑھکر سلوک طریقت اور سفر و وطن میں دکھائے جاتے ہیں - وہ اپنے مطلوب اور مقصود اصلی کی طلب اور دھن میں ایسا فنا اور غرق ہے - کہ وہ اس تھی ایٹر (تماشا گاہ) کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا - کہ اس میں ایکٹر (تماشاگر) کیا کیا تماشے کر رہا ہے - اور کیا سین (نظارہ) دکھا رہا ہے - وہ اپنے مطلوب کی طلب میں آگے بڑھا جا رہا ہے - یہی مرد میدان ہے - اور یہی شجاع و جوان ہے **واہ پٹھے کیا کہنا ہے بڑھا چل**

ع - این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ‌+

اَیُّھَا الاَحبَاب - تعریف صوفی میں حضرت مُبارز میدان مجاہدہ مجاہز ایوان مشاہدہ عامل کارگاہ ہدایت کامل بارگاہ عنایت سالک مسالک صافی **حضرت بشر[۱] حافی** رحمۃ اللہ علیہ نے جنکا وصال ۲۲۷ھ ہجری میں ہوا (نفحات ۵۰) فرمایا ہے

صوفی آن ست کہ دل صاف دارد باخدائے (تذکرۃ الاولیا)

صوفی وہ ہے کہ خدا کے ساتھ دل صاف رکھے (ترجمہ تذکرۃ الاولیا[۲] مطبوعہ کانپور ۱۳۱۹ھ صفحہ ۱۳۶)

یہاں یہ سُوال پیدا ہوتا ہے کہ دل صاف کونسا ہوتا ہے اور دل مکدّر کونسا ؟

دل مکدر وہی ہوگا جس میں صفات رذیلہ بشریت - اخلاق ذمیمہ ہوائے نفس - مشتہیات طبع کی کدورتیں بھری ہوئی ہوں اور دل صاف وہ ہے جو ان کدورتوں سے پاک ہو پس ساری خرابی ہوائے نفسانی اور مشتہیات طبعی کی ہے جن سے اخلاق ذمیمہ اور حظوظ نفس پیدا ہوتے ہیں - دل کی کدورتوں کو مجاہدوں - ریاضتوں عبادتوں ذکر و فکر سے دور کرنا اور پاک کرکے صفائی دل کی حاصل کرنا اور ایسے

نوٹ (۱) حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب کشف و مجاہدہ اور صاحب کرامات تھے اور اپنے ماموں علی حشرم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے آپ نے راہ میں ایک کاغذ پڑا دیکھا جس پر بسم اللہ لکھی ہوئی تھی آپ نے اُس کو اُٹھا کر اور معطر کرکے ایک بلند جگہ پر رکھ دیا - اس ادب سے مقبول آلہ اور کاملان وقت سے ہوئے - حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم صحبت رہے اور حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ آپ کی پرہیزگاری اور بزرگی کے بڑے معتقد تھے آپ کی بڑی تعظیم کرتے تھے (تذکرۃ الاولیا)

(۲) آئندہ جو حوالہ ترجمہ تذکرۃ الاولیا کا دیا جائے گا وہ اسی ترجمہ مطبوعہ کانپور کا دیا جائے گا -

دل صاف اور پاک کو خدا سے لگانا **تصوف** ہے اور جو اس خلعت تصوف سے سرفراز و ممتاز ہو وہی **صوفی** ہے۔ شمع بزم ہدایت و تفرید مصباح موہبت و تجرید سلطان معرفت و توحید محب الفقر فخری **حضرت ذوالنون مصری** رحمۃ اللہ علیہ سے جن کا وصال ۲۴۵ھ ہجری میں ہوا (نفحات ۳۴) پوچھا گیا کہ صوفیہ کون لوگ ہیں هُمْ قَوْمٌ اٰثَرُوا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ فَاٰثَرَهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ (رسالہ قشیریہ مطبوعہ مصر ۱۳۰۴ھ ہجری صفحہ ۱۶۶)

مردمانی اند کہ خدائے عزوجل را برہمہ چیز برگزیدہ اند و خدائے عزوجل ایشاں را برہمہ کس برگزیدہ (تذکرۃ الاولیا) وہ ایسے مرد ہیں جنہوں نے خدا کو ساری چیزوں پر اختیار کیا ہے اور چُنا ہے اور خدا نے اُن کو ساری چیزوں سے چُنا ہے اور مقبول کیا ہے (ترجمہ تذکرۃ الاولیا ۱۶۱) یہ تو سیدھی بات ہے صوفی نے سب میں سے خدا کو چُن لیا اور وں کو بالکل چھوڑ دیا ایک خدا سے جی لگایا۔ اس جی لگانے کے صدقے خدا نے سب میں سے صوفی کو چُن لیا برگزیدہ کرلیا اور اپنا پیارا بنالیا۔ اس پیار کے قربان۔

کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

حضرت امام وقت یگانہ روزگار ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (دیکھو عوارف المعارف[3] باب پنجم) میں نے سواحل شام میں ایک عورت دیکھی۔ اُس سے پوچھا تم کہاں سے آئی ہو کہا میں اُن لوگوں کے پاس سے آئی ہوں جو اپنے بستروں سے کمر نہیں لگاتے ہیں اور اپنی خوابگاہوں میں نہیں سوتے ہیں پھر میں نے کہا اب آپ کہاں جائینگی کہا اُن مردوں کے پاس جاؤں گی جن کی یہ تعریف ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ان کو کوئی تجارت اور خرید فروخت اللہ تعالی کے ذکر سے غافل نہیں کرتی میں نے کہا اور بھی کچھ اُن کی تعریف کیجئے تو یہ اشعار اُس نے پڑھے

نوٹ (۱) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بڑے اولیا کاملین سے تھے مرید حضرت اسرافیل مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے اور شاگرد حضرت مالک انس رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ حدیث کی کتاب مؤطا کو آپ نے پڑھا تھا آپکے جنازے پر پرندوں نے ایسا سایہ کیا کہ جتنی مخلوق جنازہ کے ساتھ تھی وہ اُن کے پروں کے سایہ میں آگئی اور دوسرے روز آپکی قبر مبارک پر غیب کا لکھا ہوا دیکھا گیا

ذُوالنُّوْنِ حَبِيْبُ اللّٰهِ مِنَ الشَّوْقِ قَتِيْلُ اللّٰهِ

ذوالنون خدا کے حبیب ہیں اور شوق اللہ میں کشتہ اللہ ہیں۔ ہرچند اس نوشتہ کو مٹاتے تھے مٹتا نہیں تھا پھر نمایاں ہوجاتا تھا (نفحات ۳۴) خدا کی طرف سے جو لکھا جائے اُسکو کون مٹائے ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

(۲) آئندہ رسالہ قشیریہ کے صفحہ کا حوالہ دیا جائے گا تو اسی طبع کا دیا جائیگا یہ رسالہ تصنیف حضرت امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو بڑے اولیا کاملین میں سے تھے وصال ان کا ۴۶۵ھ ہجری میں ہوا (دیکھو نفحات ۲۸۸)

(۳) عوارف المعارف تصنیف حضرت شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو بڑے شیخ وقت ولی کامل خاندان سہروردیہ میں ہوئیں جنکا وصال ۶۳۲ھ میں ہوا

قومٌ ھمومُھم باللہِ قد علقت — فما لھم ھمم تسمو الی احدٍ
فمطلبُ القومِ مولاھم وسیدھم — یا حسن مطلبھم للواحد الصمدِ
ما ان تنازعھم دنیا ولا شرف — من المطاعیم واللذات والولدِ
ولا للبس ثیاب فائق انق — ولا لروح سرورٍ حل فی بلدِ
الا مسارعۃً فی اثر منزلۃٍ — قد قارب الخطو فیھا باعد الابدِ
فھم رھائن غدران واودیۃٍ — وفی الشوامخ تلقاھم مع الغددِ

یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ اُن کے ارادے اور ہمتیں اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ متعلق ہیں اور اُسی سے تعلق رکھتے ہیں اور اُن کی ہمتیں ایسی نہیں جو اور کسی کی طرف راغب ہوں وہ ایسی قوم ہیں کہ اُن کا سارا مطلب اور مقصد اللہ ہی ہے جو اُن کا مولا اور سید و سردار ہے اور واحد اور صمد ہے یہ کیا اچھا اُن کا مطلب ہے نہ دنیا اُن کو کسی تنازع اور تکرار میں ڈالتی ہے نہ اچھے کھانوں اور لذتوں اور اولاد سے نہ اچھی اور نفیس پوشاک کے پہننے سے نہ اور کسی خوشی و آرام سے جو شہر میں آنے سے ہو اُن کو کچھ شرف اور عزت ہے مگر ہاں وہ اپنے مرتبہ اور منزل میں تیزی سے بڑھی چلی جا رہی ہیں اُن کے قدم اپنی منزل مقصود کے نزدیک اور پچھلی منزل سے دور ہمیشہ کے لیے ہوتے جاتے ہیں یہ لوگ ہیں جو چشموں اور سیل گاہوں میں بسے ہوئے ہیں۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر آپ ایسے بہت لوگوں سے ملینگے۔ انتہی یہ کیا اچھی تعریف اس نے صوفیہ کرام رحمہ کی کی جو سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے

غزل جامی رحمۃ اللہ علیہ

حبذا قومی کہ دید حق بود دیدار شان — محو باشند در شہود سر غیب اسرار شان
جملہ در کہف فنا از ہستی خود خفتہ اند — لیک پندارند خواب آلودگاں بیدار شان
گرچہ اندایند خورشید جمال خود بگل — مشرق و مغرب گرفتہ پرتو انوار شان
از خدا خواہند ستر ذات خود در ذات او — ایں بود ساعت بساعت لمر استغفار شان
ریختہ باران عرفان از سحاب مکرمت — شستہ نقش حرف غیر از صفحہ پندار شان
ہر یکے را با خود از سودائے دل بازارہا — زاتش شوق و محبت گرمی بازار شان
یکدم از طوف در و دیوار شاں منشیں کہ ہست — صد کشایش از در و صد پشتی از دیوار شان
کار شاں جز نفی ذات و وصف و فعل خویش نیست — اے خدا چہ بود کہ جامی را کنی در کار شان

یعنی کیا اچھی قوم اولیاء اللہ صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ہے کہ اُن کا دیدارِ حق کی دید کا حکم رکھتا ہے کہ اُن کے مظاہر میں صفاتِ حق اور انوارِ حق ظاہر ہوتے ہیں اور اُن صفات و انوارِ حق کی تجلی اُس پر جو چشم باطن رکھتا ہے آئینۂ دیدار اولیاء اللہ میں ہوتی ہے۔ اس دیدِ حق کے معنی دیکھنا کہیں غلطی سے ذاتِ حق یا کنہ حق کے دیکھنے کے نہ سمجھ لینا کیونکہ ذاتِ حق کی بحت مطلق۔ اور لاتعین ہے کنہ اُس کی وہی جانتا ہے اُس کی دید اُسی کو ہوتی ہے اُس کے غیر کے لئے ممتنع ہے اسلئے ذات بحت اور لاتعین کا دیکھنا انسان کو محال ہے جو کچھ وہ چشم بصیرت سے دیکھے گا وہ اسماء و صفات کے نقاب کو جس کے پردے میں ذات ہی دیکھے گا۔ اور اگرچہ فی الواقع عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ ہے اور صِفَاتُہٗ عَیْنُ ذَاتِہٖ ہے مگر جہاں دید اور دیدار کا واقعہ آیا لاتعین اور اطلاق گیا ذات بحت پردہ میں ہوئی۔ مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اچھا فرمایا ہے

زروئے ذات برافگن نقاب اسما را ... نہاں باسم مکن چہرۂ مسمّا را
نقاب برافگن از رُو و عزم صحرا کن ... ز کنج خلوتِ وحدت دمے تماشا را
اگرچہ پرتو انوارِ ذات محو کند ... چو ایں نقاب برافتد جمیع اشیا را

یعنی اگر یہ نقاب اسماء و صفات کا چہرۂ ذات سے اُٹھ جائے تو پرتو انوارِ ذات تمام اشیا کو محو و معدوم کردے۔ پھر دیکھے کون اور دید کس کو ہو مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا

خفا کہ اگر پردہ زروئے تو برافتد ... از غیر تو نی عین تواں ماند نہ آثار

اگر پردہ اور نقاب تیری روئے ذات سے اُٹھ جائے تو تیرے غیر (اعتباری) کی عین رہے نہ اُس کے آثار رہیں۔ جب غیر (اعتباری) کی جو عالم و ماسوا ہی عین ہی نہیں رہے تو اُس کے آثار بھی جو دیکھنا اور دید ہے نہیں رہے پس جو دیدِ حق ہے وہ اُس کے پردہ و نقاب کی دید ہے اور وہ بھی آئینہ میں۔ اُس دیدِ حق کا آئینہ دیدار اولیاء اللہ ہے اور چونکہ یہ آئینہ بھی اُسی کے نور کے تجلی کا ہے حقیقت اس دید کی ایک سر ہے اس قوم اولیاء اللہ رہ کے اسرار جن سے اوروں کو خبر نہیں شہود سرِّ غیب میں محو ہوتے ہیں اُن میں ہی سرِّ غیب کا ظہور ہوتا ہے وہ سب ہستی پنداری اور خیالی نہ رہنے سے جو تمام نقصوں کے باعث تھی کہف و غارِ فنا میں سوئے ہوئے ہیں اور بیداری اور زندگی حق سے ہے اُن کا تو فی الواقع یہ حال ہے اور خواب آلودگان غافلان دنیا و افغان اہل حال اُن کو اُس بیداری اور زندگی سے جو اُن کی پنداری و خیالی ہے بیدار و زندہ سمجھتے ہیں حالانکہ بیان نہیں اُن کی وہ خیالی اور پنداری بیداری و ہستی فنا ہوگئی ہے جس پنداری اور خیالی بیداری میں خواب آلودگان گرفتار ہیں اُن خواب آلودوں کو یہ خبر ہی

نہیں کہ واقعی بیدار و زندہ وہی ہے جو اپنی ذات اور ہستی بالذات سے بیدار و زندہ ہے لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ جس کی ذات تک اونگھ اور نیند کا گذر ہی نہیں یہ کیا بیداری ہے جو تابع اونگھ اور خواب کے ہے اور جس زندگی کا ابتدا اور انتہا فنا ہے وہ کیا زندگی ہے اَلْوُجُوْدُ بَیْنَ الْعَدَمَیْنِ عَدَمٌ دو عدموں کے مابین جو وجود و ہستی و بیداری ہے وہ عدم ہے درا‌صل وہ بیداری جو خواب آلودگان کی پنداری ہے اُن کی ہستی نہیں ہے حق کی بیداری اور ہستی ہے جس نے اُنکی آئینہ نیستی اور فنا میں ظہور کیا ہے سوائے حق کے اور سب خفتہ ہیں خواب آلودگان تو خواب غفلت سے خفتہ ہیں اور اولیاء اللہ اپنی ہستی کی فنا سے خفتہ ہیں گو خواب آلودوں کو یہ خفتہ ہونا اصلی معلوم نہ ہو اگرچہ اس قوم پاک کے صاحبان جن کے دیدار میں دید حق ہے اپنے خورشید جمال کو کُل تعلقات ظاہری میں پوشیدہ رکھتے ہیں اور عوام کی طرح رہتے ہیں اپنے حال کا اظہار نہیں کرتے مگر مشرق و مغرب اور تمام جہات اور ہر جگہ اُن کے انوار کے پرتوہ سے منور ہے وہ نور ہر جگہ اُن کو نظر آتا ہے جو دل کی آنکھیں رکھتے ہیں نہ دل کے اندھوں اور خواب آلودوں کو جن پر مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى صادق آتا ہے اور یہ قوم پاک ہر وقت خدا تعالیٰ سے اپنی ذات کے آئینہ کو پرتوہ اور تجلی ذات حق میں مستور رہنا فنا اور مخفی ہونا چاہتے ہیں اسی لئے یہ قوم پاک باوجود گناہوں سے محفوظ ہونے کے کہ اولیاء اللہ منجانب اللہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں اور رتبہ ولایت پر سرفراز ہونے کے بعد اُن سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا ہر وقت اپنے حال سابقہ پر استغفار پڑھتی رہتی ہے اور حال سابقہ سے شرمندہ ہوتی ہے

ع ایں بود ساعت بساعت سرِ استغفار شاں ؎ یہ اُن کے ساعت بساعت استغفار پڑھنے کا سِر اور بھید ہے سحاب مکرمت اور عنایت الٰہی نے اُن پر بارانِ عرفان و معرفت حق کا برسایا ہے اور اس باران عرفان و معرفت نے اُن کے صفحہ دل سے نقش حرف غیر کا دھو دیا ہے اور مٹا دیا ہے یہاں جو لفظ غیر آیا ہے اُس کے معنی بھی سمجھ لیجئے۔ غیر یا حقیقی ہوگا یا اعتباری۔ غیر حقیقی تو ذات موجود حقیقی کے مقابلہ میں معدوم مطلق ہے اُس کا وجود نہ رہتا ہو سکتا ہے نہ علماً نہ عیناً نہ قیاساً غیر اعتباری اعتبار میں ہے نہ حقیقت میں اس لئے اُسکی کچھ ہستی فی الواقع نہیں ہے ہستی تو اُس کی پندار نے بنا دی تھی اور اُس پنداری ہستی کو مقابل ہستی حقیقی کے ٹھہرا کر دیا تھا جب ہستی پنداری مٹی تو اُس کے ساتھ ہی حرف غیر کا نقش بھی مٹ گیا اور یہ متجلی ہوا کہ

کجا غیر و کو غیر کو نقش غیر سوے اللہ واللہ ما فی الوجود

کہاں غیر حقیقی ہے کون غیر حقیقی ہے کہاں نقش غیر حقیقی ہے واللہ وجود میں فی الواقع سوا اللہ کے اور کوئی نہیں ہے مگر یہ مشاہدہ اور مشہود کا ماوں کا حال ہے نہ قال۔ اور اگر قال بھی کسی حال میں ہو تو اُن کا نہیں وہ تو فنا ہیں۔ اور اس قوم پاک کا ایک حال یہ ہے کہ اسکا ہر شخص اپنے سودا ے دل کا ایک اور ہی بازار لگائے بیٹھا ہے اور اُس کے شہر باطن میں اور ہی مینا بازار ہر طرف لگ رہے ہیں اُسکی گرمی بازار شوق و محبت حقیقی سے ہی جس شوق و محبت میں وہ ڈوبا ہوا ہے اور وہ محبت اپنی زیادتی و رتبہ اعلی سے عشق اور آگ ہو گئی ہے اُس آگ نے غیر و ماسوا کو جلا دیا اور نور حق کو ظاہر کر دیا ہے اُس نور حق کے سودے کا اور اُس کے خریداران سجان و دل کا جو اُس کے پاس ایک بازار لگا رہتا ہے اور طالبان حق کے دل اُس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں یہ گرمی بازار اُس کی آتش شوق و محبت حقیقی حق سے ہے اس بڑے بازار اور شہر پاک عیار کی درو دیوار کا ہر دم اور ہر وقت طواف کیجئے یہ دولت طواف کہاں ملی اگر ملی تو کسی خوش نصیب کو اس طواف و حج اولیاء اللہ کیا ر قوم پاک عیار کو اور انکی درو دیوار کی پابوسی کو کبھی نہ چھوڑے کہ اُن کے در سے سو کشایش ہوئی ہے اور اُن کی دیوار ہر امر میں سو طرح پشتی بان ہو جاتی ہے پھسلنے اور گرنے سے بچاتی ہے۔ اس قوم پاک و مقدس کا کام اپنی ذات و صفات و افعال کی نفی کرنے کا ہے جو پنداری اور اعتباری ہیں اور سارا کام ان کے نقص سے نکلنے کا اور صفائی دل حاصل کرنے کا جس کو تصوف کہتے ہیں یہی ہے۔ اس کام کو وہ ایک طریقہ سے حاصل کرتے ہیں یعنی پہلے فنا فی الافعال پھر فنا فی الصفات پھر فنا فی الذات ہوتے ہیں اور ان احوال و مقام کو اُن افعال اور اعمال سے اور اُس طریق سے حاصل کرتے ہیں جس طرح اُن کا ہادی اُن کا مرشد اُنکو بتاتا ہے **فنا فی الافعال** یہ ہے کہ افعال حق میں جو حقیقی ہیں اپنے فعلوں کو جو اعتباری ہیں فنا کرے افعال کی اضافت اعتباری جب اپنی طرف کرے تو معاً نسبت حقیقی اُن کی حق تعالی کی طرف کرے اور اُسی وقت دل اُسکا یقیناً یہ جانے کہ لَا فَاعِلَ فِي الْحَقِيْقَةِ اِلَّا اللّٰهُ جب اپنے ہر فعل میں حقیقت فعل و فاعل حقیقی پر باتباع شرع اور بارشاد مرشد نظر رکھے گا تو اُس مشق اور مزاولت سے حقیقت فعل کی سیر ظاہر اور متجلی اور اُس کے قلب پر مستولی ہو جائے گی اُس کے اس تجلی اور استیلا میں اعتبار اُس کا حقیقت میں فنا ہو جائے گا اور حقیقت افعال کے ظہور و تجلی سے قلب سالک سے اعتبار افعال کی نفی ہو جائے گی یہ نفی اضافت اعتباری افعال کی دل سے ہٹنا اور حقیقت افعال کی متجلی اور ظاہر ہونا ایک قلبی حال ہے نہ زبانی مقال۔ اس حال قلبی کا حاصل ہونا آسان نہیں ہے بڑے بڑے مجاہدوں سے بڑی بڑی ریاضتوں سے عبادتوں سے اور محض فضل الہی سے کسی خوش قسمت کو یہ حال و مقام حاصل ہوتا ہے

افعال صفات کے آثار ہیں۔

فنا فی الصفات بھی اسی طرح حاصل ہوتی ہے جس طرح فنا فی الافعال کہ اپنی صفات کو پرتوہ حق تعالیٰ کی صفات کا سمجھے اور حق تعالیٰ کی صفات کو ان کی اصل اور حقیقت جانے اور حقیقت صفت پر ہر حال میں ایسی نظر غائر رکھے کہ حقیقت ہر صفت کی اس مشق سے اُس کے دل پر تجلی ہو جائے اور اُس اعتبار پنداری کو جو اپنی ہر صفت کو وہ فی الحقیقت اپنی مستقل سمجھتا تھا وہ تجلی صفحہ پندار سے جڑ اور بنیاد سے مٹا دے صفت ذات سے قائم ہوتی ہے اور اُسکا ظہور ذات سے ہے تو جب فنا فی الافعال اور فنا فی الصفات اُن کی حقیقتوں کی تجلی سے حاصل ہو گئی تو **فنا فی الذات** بھی اُسی قاعدہ سے اور اُسی طرح اس سمجھ اور حال سے حاصل ہو جاتی ہے کہ ہماری ہستی کی اصل حق تعالیٰ کی ہستی حقیقی ہے جو خود بخود ہے اور یہ ہستی ہماری اُس ہستی حقیقی کا پرتوہ اور ظل ہے اور یہ بات نہیں ہے جو ہماری پندار اس ہستی کو جو ہم سے منسوب ہے ایک ہستی مستقل ورائے ہستی حق کی بتاتی ہے جب اس خیال کو ہر وقت باتباع شرع محمدی اور تعمیل ارشاد مرشد دل پر جماتے ہیں اور اس کی مشق کرتے ہیں اور ہستی حق کی دل پر تجلی ہوتی ہے تب اس تجلی اور اُس کی استیلا میں فنا فی الذات حاصل ہوتی ہے یہی تین کام نفی افعال نفی صفات نفی ذات کے تین جزو کار تصوف کے ہیں اسی کام سے صوفیہ کرام رح مرتبہ کمال کو پہنچتے ہیں ع اے خدا چہ بود کہ جامی را کنی در کار شاں مد۔ اے خدا اے بار الٰہی کیا اچھا ہو کہ تو جامی کو ان کاملوں کے کام میں لگائے اور اُنکی پیروی میں اُن کے قدم بقدم چلائے اور سب طالبان حق کو یہ دولت عظمیٰ یہ نعمت کبریٰ عطا فرمائے آمین

حضرت سلطان المحققین برہان الموحدین **ذوالنون مصری** رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں۔

اَلصُّوْفِیُّ اِذَا نَطَقَ بَانَ نُطْقُهٗ مِنَ الْحَقَائِقِ وَاِذَا سَكَتَ نَطَقَ عَنْهُ الْجَوَارِحُ بِقَطْعِ الْعَلَائِقِ

(کشف المحجوب مطبوعہ پنجابی لاہور صفحہ ۱۸)[1] صوفی آنست کہ چوں بگوید نطقش حال وی بود یعنی چیزے گوید کہ آں او نباشد و چوں خاموش بود معاملتش معبر حال او بود و بقطع علائق حال او ناطق بود (تذکرۃ الاولیا) صوفی وہ ہے جب کچھ کہے تو اُس کی گفتگو اُس کے حال کی حقیقت ہووے یعنی ایسی بات نہ کہے جو اُس میں موجود نہ ہو اور جب خاموش رہے تو اُسکا معاملہ اُس کے حال کا بیان کرنے والا ہو اور اُسکا حال تعلقوں کے قطع کرنے کا گواہ ہو (ترجمہ تذکرۃ الاولیا صفحہ ۱۵۳)

حضرت داتا گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ گوید صوفی آں بود چوں بگوید بیان نطقش حقائق حال او بود یعنی

نوٹ (۱) آئندہ جو حوالہ صفحہ کشف المحجوب کا دیا جائے گا وہ اسی طبع کا دیا جائے گا۔ ۱۲

چیزے نگوید کہ وے آں نباشد و چوں خاموش باشد معاملتش معبر حال وے شود و بقطع علائق جملہ وے ناطق بود یعنی گفتارش ہمہ بر اصل صحیح باشد و کردارش جملہ بہ تجرید صرف چوں گوید قولش ہمہ حق بود و چوں خاموش باشد فعلش ہمہ فقر یعنی صوفی وہ ہے جو کچھ وہ کہے وہ اُس کا حقیقت حال ہو حالی ہو محض قالی نہ ہو کہ نری سُنی سُنائی باتیں ہی بناتا ہو جو کچھ وہ کہے اُس کے حقائق اُسپر گذرے ہوں اور اُس کے حال ہوئے ہوں اس حال میں جو گفتار اُس کی ہوگی اُس کے کردار کے موافق ہوگی اور جو کردار ہوگی وہ گفتار کے مطابق ہوگی یعنی جو بات ہوگی حق ہوگی کبھی ایسا نہ ہوگا کہ ظاہر اور باطن اُسکا مطابق نہ ہو اگر ایسا ہوگا تو وہ صوفی نہ ہوگا ایک باتونی بے معنی لایعنی ہوگا۔ گو اُس کو صوفی ہی کہیں کیونکہ صرف نام سے کوئی صوفی نہیں ہوتا صوفی وہی ہوتا ہے جو سیر انفسی اور آفاقی میں حقائق مراتب اور عوالم سے گذرتا ہوا اور اُن کی حقیقت اور کیفیات سے اور احکام و آثار سے آگاہ ہوتا ہوا اپنی عین ثابتہ تک پہنچ جائے اور اپنی صفات بشریت اخلاق ذمیمہ ہوا ہائے نفس کو فنا کر کر فنا فی اللہ ہو جائے اور صفات حمیدہ سے متخلق ہو کر بقا باللہ اور متخلق باخلاق اللہ ہو جائے یہ بات صوفی باتونی اور نرے نام کے صوفی میں کہاں ہنوز دلی دور است۔ ع بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی ٭

جو صوفی متخلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے باطن اور حقیقت حال کے خلاف کہنے میں زبان اُسکی لاکھ من کروڑ من کی ہو جاتی ہے باطن اور حقیقت حال کے خلاف وہ کچھ کہہ ہی [2] نہیں سکتی اُسکو باطن کے خلاف اور حقیقت حال کے خلاف کہنے کی قدرت ہی نہیں رہتی۔ حقیقت حال اور باطن کے خلاف کہہ سکنے میں اور نہ کہہ سکنے میں فرق ظاہر ہے۔ باطن اور حقیقت حال کے خلاف کہہ سکنا اور کہنا صفت ذمیمہ ہے کہ نفس کو اُس میں حظ ہے اور اُسی کے اقتضا سے اُسکی ہستی ہے اور باطن اور حقیقت حال کے خلاف نہ کہنا اور نہ کہہ سکنا صفت حمیدہ ہے اُس میں حظ نفس نہیں باطن اور حقیقت حال کے خلاف کہنے اور کہہ سکنے کی صفت ذمیمہ تو صوفی کی دوسری تمام صفات ذمیمہ کے ساتھ دوام کے لئے فنا ہو گئی ہے کہ اُنہیں کی فنا سے صوفی کی صفت اُسپر صادق آئی ہے پھر بھلا غور کیجئے وہ باطن اور حقیقت حال کے خلاف کہے کیونکر کہ جو اس کہنے کی طاقت وہ تو فنا ہو گیا ہے۔ یہاں فنا ہونے سے مراد صوفی کی ذات کا فنا ہونا نہ سمجھ لینا کہ وہ تو زندہ موجود رہے چلتا ہے پھرتا ہے کھاتا ہے پیتا ہے اُسکو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ فنا ہو گیا اور مر گیا اس فنا ہونے اور مرنے سے مراد موت اختیاری ہے نہ موت اضطراری۔ یہ کیا کہا گیا موت دو [2] ہوتی ہیں؟ ہاں بلکہ تین۔ تیسری کا پھر کبھی انشاء اللہ بیان کیا جائے گا جو موت ہر لحظہ ہے موت اختیاری حظوظ نفس اور صفات ذمیمہ بشری

نوٹ :۔ دیکھو رشحات مطبوعہ صفحہ ۲۵۶ - رشحہ ، ۲ کہ حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ کہہ ہی نہ سکے نہ دل سے نہ زبان سے ۱۲

کے مرنے کو اور دوا کا اُن کے فنا ہو جانے کو کہتے ہیں (دیکھو عوارف المعارف باب شصت و یکم مستور فنا و بقا) مُوتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا مرجاؤ تم مرنے سے پہلے اسی کا مصداق ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس موت کے معنی موت اضطراری کے نہیں ہیں جو عوام سمجھتے ہیں موت اختیاری ہے کہ ہیں اور یہ موت اختیاری باعث حیات ابدی ہے۔ یا یوں کہئے موت نہیں حیات ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں (دیکھو نفحات ۱۸۲)

مَوْتُ الْمُتَّقِيْ حَيَاةٌ لَا انْقِطَاعَ لَهَا قَدْ مَاتَ قَوْمٌ وَهُمْ فِي النَّاسِ اَحْيَاءُ

اس کی شرح میں حاشیہ نفحات میں مُلا عبد الغفور لاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مردن متقی بہ ترک حظوظ نفسانیہ کہ موت اختیاریست مستلزم حیات و تلذذیست کہ ویرا انقطاع نیست کہ دائمی است و مردہ اند این قوم اتقیا بموت اختیاری و در میان مردم صورت احیا دارند و تواں کہ مراد بقوم اہل غفلت باشند کہ مقابل اتقیا اند و مراد بموت ایشاں غفلت باشد یعنی قومی ہستند کہ بواسطہ استیلائے غفلت در حکم مردگانند ولیکن درمیان مردمان زندہ می نمایند۔ انتہی

یعنی متقی کے حظوظ نفسانیہ کا فنا ہو جانا اُس کا مرنا ہے جو موت اختیاری ہے وہ مرنا مستلزم اس حیات اور تلذذ کا ہے جس کو انقطاع نہیں اور دائمی ہے اور یہ قوم اتقیا (صوفیہ کرام رح) آگاہان بحق کہ ہیں اور اُن کی موت سے مراد غفلت ہو (کہ وہ حکم موت کا رکھتی ہے یعنی فی المعنی غفلت از حق بموت ہے گو ظاہر میں زندگی ہو اور آگاہی دوام بحق حیات ہے گو وہ عوام کو معلوم نہ ہو) یعنی اہل غفلت ایسی قوم ہیں جو استیلائے غفلت سے (فی المعنی) مردوں کا حکم رکھتے ہیں گو (فی الصورت اور ظاہر میں) لوگوں میں زندہ سمجھے جاویں۔ فقط۔ یا یوں سمجھئے کہ اصل اور معنی میں دونوں مردہ ہیں اور صورت و ظاہر میں زندہ صوفی جو اصل متقی ہے وہ تو موت حظوظ نفس سے مُردہ ہے اور غافل از حق غفلت سے زندہ صوفی کی موت حکمی ہے اور زندگی حقیقی۔ غافل کی زندگی حکمی ہے اور موت حقیقی ایک بزرگ نے فرمایا (دیکھو نفحات ۱۸۵) مَا الْحَيٰوةُ اِلَّا فِي الْمَوْتِ یعنے مَا حَيٰوةُ الْقَلْبِ اِلَّا فِيْ اِمَاتَةِ النَّفْسِ۔

اس کے ترجمہ میں ملا عبد الغفور لاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نیست زندگی دل و تلذذ دوائمی وے مگر در میرانیدن نفس بہ ترک خواہش وے یعنی دل کی زندگی ابدی اور اُسکا تلذذ دائمی نفس کی خواہشات اور اُس کے حظوظ کے مرجانے میں ہے جس کی خواہشات نفس مر گئیں اُس کا دل ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گیا پس مرنے اور فنا ہونے سے مراد نفس کی خواہشات اور حظوظ کا مرنا ہے نہ اُس کی ذات اور حقوق کا مرنا۔ شیخ الاسلام حضرت عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے قول بالا کی شرح یوں فرمایا

ہیچ زندہ زندگی نکند تا از خود نمیرد و با و زندہ نگردد یعنی کسی زندہ کو زندگی ابدی حاصل ہی نہیں ہوتی جب تک اپنا آپا نہ مارے اور حق سبحانہ کے ساتھ زندہ نہو۔ یا اس تقریر کو یوں سمجھیے کہ صوفی ذات و صفات دونوں کا مجموعہ ہے اُس کی ہستی کی ذات جو اُس کی ذات ہے وہ بحکم نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ اُس ذات اور ہستی کا پرتوہ ہے جو موجود بالذات ہے اور سب کی قیوم ہے اور سب اُس کے ساتھ قائم ہیں خواہ اس عالم میں ہوں یا اُس عالم میں اُسکو فنا حقیقی نہیں اور صوفی ہونے سے پہلے اُس کی صفات دو قسم کی تھیں ایک تو وہ جو اُس کے نفس خاص اور اُسکی بشریت کی تھیں اور جو اپنی ذات سے ذمیمہ اور حق سے دوری پیدا کرنے والی تھیں۔ اور یہ اقتضا ہے حکمت حکیم علی الاطلاق ہے کہ عوام کو صفات ذمیمہ کی وجہ سے بحکم ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ اور اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ حضورِ حق سے دوری ہو اور خواص کو بحکم اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی احسن تقویم کی وجہ سے اُس کی حضوری ہو۔ دوسری صفات وہ جو پرتوہ صفات ذات احدیت کی تھیں اور اپنی ذات سے حمیدہ تھیں چونکہ صفات احدیت تمام حمیدہ ہیں تو اُن کا پرتوہ بھی اپنی اصل اور ذات کے مطابق حمیدہ ہی ہے اُس کے صوفی ہونے سے پہلے دونوں باہم ملی جُلی تھیں جب تک صوفی مرتبہ صوفی کو نہیں پہنچا تھا صفات حمیدہ پر غلبہ اور اثر صفات ذمیمہ بشری کا تھا جب صفات ذمیمہ بشری دوام کے لیے فنا ہو گئیں تو صفات حمیدہ جو اُس کی ذات میں تھیں دوام کے لئے ظاہر ہو گئیں بالقوہ سے بالفعل ہو گئیں اس لیے صوفی سے صفت ذمیمہ باطن اور حقیقت حال کے خلاف کہنے کی ظہور میں نہیں آسکتی جب صوفی کچھ کہیگا کلام اُس کا مطابق باطن اور حقائق حال کے ہوگا اور اُس پر اَلصُّوْفِيُّ اِذَا نَطَقَ بَانَ نُطْقُهٗ مِنَ الْحَقَائِقِ صادق آئے گا۔ اور ایسا صوفی فنا فی اللہ و بقا باللہ جب خاموش اور چپ ہوگا تو اُس کے جوارح اور ہر بُن مو بلکہ ہر جزو بدن اُس کی حقیقت حال کے ناطق ہوں گے اور اپنے زبان قال سے پکار پکار کر کہیں گے کہ اس کا علاقہ دلی سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی سے نہیں رہا خدا کے سوا اوروں سے اس کے دل کے علاقے ظاہری اور باطنی قطع ہو گئے ہیں۔ یہاں ضرور ہوا کہ اس قول پاک میں جو الفاظ نطق اور سکوت آئے ہیں اُن کی نوعیت واقسام اور اُن کے متعلقات سماعت باطنی وغیرہ کو مفصل بیان کیا جائے تاکہ اُن کے معنی کی بخوبی توضیح ہو جائے اور اچھی طرح سمجھ میں آجائے انسان ناقص نطق و کلام اُسی کو سمجھتا ہے جو زبان قال سے ہو اور اُس کو سماعت ظاہری کان سے سُنے اور زبان قال صرف انسان اور حیوان کی ہی قرار دیتا ہے اور کسی مخلوق کی نہیں۔ اور اگر کسی اور مخلوق کو متکلم مانتا بھی ہے تو دلالتاً زبان حال سے جس میں لفظی آواز نہیں اور اولیاء کاملین صوفیہ کرام رحمہ جو انسان کامل ہیں کشف و کمال انسانی سے فرماتے ہیں کہ

مخلوق کی ہر شے متکلم بزبان قال بھی ہے - اس سے ظاہر ہے کہ زبان قال جس میں سے لفظی آواز نکلے خواہ وہ کسی قسم کی ہو یہ گوشت کا ٹکڑا ہی نہیں ہے جو انسان یا اور کسی حیوان کے مُنہ میں ہے - اس گوشت کے ٹکڑے کے سوا مخلوقی اشیا کا ہر جزو زبان قال ہے اور اُس میں لفظی آواز ہے خواہ وہ کسی قسم کا لفظ ہو گھنٹے اور ڈھول اور ستار اور دوسرے باجے وغیرہ کی آوازیں تو ہوائے درمیانی سماعت ظاہری کان کو سناتی ہے - اُن کے الفاظ کچھ نہ کچھ سمجھ لیتے ہیں اُن کے سوا اور مخلوقی چیزوں کی لفظی آوازیں جو سماعت ظاہری کان کی نہیں سنتے اُس کو انسان کامل کے گوش دل کی سماعت باطنی سُن لیتی ہے اور اُس کے حالات اُس سماعت کو ثابت کرتے ہیں اس سماعت باطنی کے لئے ضرور نہیں ہے کہ آلہ اُسکا کان ہی ہو بلکہ ہر جزو بدن انسان کامل کا بلکہ ہر مخلوقی شے کا سماعت باطنی کا کان ہے - یہ تو مانی ہوئی بات ہے کہ بولنے والے جسم کی آواز ہوائے درمیانی سُن لیتی ہے اور اُسکو اپنی خاصہ لچک اور تموج سے سننے والے کے کان تک پہنچاتی ہے آواز کی کنڈکٹر (موصل اور پہنچانے والی) ہے اُس کے کوئی کان ایسا نظر نہیں آتا جیسے انسان یا اور کسی حیوان کے ہوتا ہے اُس کا ہر جزو ایک خاصہ رکھتا ہے جو دوسرے کی آواز سُن لیتا ہے خواہ وہ انسانی لفظوں میں ہو یا حیوانی یا جمادی لفظوں میں ہو وہی خاصہ اُس کی سماعت باطنی کا کان ہے اور ہوا کے سوا اور اجسام بھی اپنے خاصہ ذاتی سے خواہ وہ لچک ہو یا تموج یا اور کچھ آواز کے سننے کی قوت سماعت باطنی رکھتے ہیں اور اُس کے کنڈکٹر اور موصل ہیں یہاں تک کہ بجلی میں بھی یہ خاصہ ہے جیسے ٹیلیفون سے ثابت ہے اُن کے ایسے کان سماعت باطنی کے کہاں ہیں جیسے انسان کے یا اور کسی حیوان کے ہیں پس ضرور نہیں کہ قوت سماعت کلام کی انسانی اور حیوانی کان میں ہی ہو حکیم مطلق نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ہر شے میں زبان قال اور اُس کی آواز کی قوت سماعت رکھی ہے اور اُس سماعت کا کان اُن کے خاصوں کو بنایا ہے جیسے ہر حیوان کے کان کو خاص شکل کا خاص قوت سماعت کا بنایا ہے اپنی قدرت اپنی کمال صنعت و کاریگری کا تماشا دکھایا ہے ایسے ہی ہر شے کے خاصہ میں سماعت باطنی کی قوت کا تماشا رکھا ہے اُن کی نوعیت اور اقسام کا بیان حیطہ بیان بشری سے باہر ہے اور یہ ایک قوت سماعت باطنی کیا اور بہت قوتیں قدرت نے ہر شے میں رکھی ہیں - عارفان واصل و صوفیان کامل نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ کُلُّ شَیْءٍ فِیْہِ کُلُّ شَیْءٍ[1] یعنی ہر شے میں ہر شے ہے - مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی خوبی سے اس کو اس طرح نظم فرمایا ہے رباعی

ہستی کہ بود ذات خداوند عزیز	اشیا ہمہ در وے اند و وے در ہمہ نیز
اینست بیان آنکہ عارف گوید	باشد ہمہ چیز مندرج در ہمہ چیز

[1] دیکھو لوائح جامی رح اور اُس کی شرح حضرت خواجہ امان پانی پتی رح

کیا عمدہ وجہ بتائی ہے اس کی سمجھ صوفی ہی کو ہے غیر صوفی کو نہیں کہ وہ اپنے خیالات خام اور توہمات عام میں
پھنسا ہوا ہے فہم اور سمجھ اصلی بھی خوبی باطن اور صفائی طبع کو چاہتی ہے جس قدر صفائی طبع زیادہ فہم و
سمجھ زیادہ اور حقیقت حال کا انکشاف زیادہ - اور عین الیقین سے اسکا یقین زیادہ - گلشن راز

دل یک قطرہ را گر بر شگافی ۔۔۔ بروں آید ازو صد بحر صافی

اگر ایک قطرہ کے دل کو چیر کر دیکھا جاوے اور دیکھنے کی بھی پوری قوت ہو اُس میں سے صدہا دریائے صافی
نکلیں اور یہ ثابت ہو کہ ہر شے میں کل اشیا کے خواص ہیں اسکو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ صانع باکمال نے ہر شے
میں اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے بے انتہا خاصے اور احکام و آثار رکھے ہیں - اُن میں کلیہ خاصے اور
قوتیں بھی ہیں اور جزئیہ خاصے بھی اور اُن خاصوں اور قوتوں سے اور خاصے اور قوتیں پیدا ہوتے ہیں اور کلیہ
خاصوں میں ایک یہ بھی خاصہ ہے جو اُن سب کا مبدا ہے کہ ہر شے میں ہر شے کے خواص ہیں اور کل شیٔ فیہ
کل شیٔ ہے - بجلی کو دیکھئے ہر شے سے مع اپنے کل خواص مخصوصہ کے ظاہر ہوتی ہے کوئی اُسکا مظہر ہے اور
کوئی اُسکا موصل و کنڈکٹر - بجلی کی ذات و نیچر سے لاعلمی بیان کر کر اُس کی کرنٹ اور رفتار کے بابت کوئی کچھ کہتا
ہے اور پانی کی رفتار کے مشابہ بتاتا ہے اور اُسی پر اُس کے ظہور کے مسائل متفرع کرتا ہے اور کوئی کچھ اور
کہتا ہے کہ پانی کی سی رفتار بجلی کی نہیں ہر شے میں جو بجلی حالت خمود و خاموشی اور مخفی ہوتی ہیں ہے وہ
اُس کی ذات اور باطن سے ہے پاس کی بجلی ظاہر شدہ کی تحریک سے ظاہر ہو جاتی ہے اور اپنے خواص
خاص کے تماشے دکھاتی ہے حقیقت حال اُنہیں کے اقبال سے کسی کو معلوم نہیں اُس کے ظہورات
پر کچھ کچھ علی فہم و قیاس خود کہتے ہیں بات یہ ہے کہ ع ہر کس بخیال خویش خبطے دارد ۔ حقیقت حال اور امر
واقعی کہ وہ کیا ہے کسی کو معلوم نہیں اگر بجلی کا نام اپنی خاص اصطلاح میں کُلُّ شَیْءٍ رکھ لیں تو بلحاظ
ہر جہانی اشیاء کے یوں کہہ سکتے ہیں کل شیٔ فیہ کل شیٔ - یہ تو ایک بات تھی جو سمجھنے کے لئے
کہی گئی ورنہ بات یہ ہے کہ ہر شے میں لاانتہا خواص اور قوتیں ہیں جو خدا ہی کو معلوم ہیں انسان کو جو
ایک مُشت خاک ہے اُن میں سے خود کچھ نہیں معلوم ہوئیں اُسی قدر معلوم ہوئی ہیں جس قدر مشیت
ایزدی سے وہ ظاہر ہو گئی ہیں خواہ وہ انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام رح کے ذریعہ سے یا اور کسی طرح سے[1]
منجانب اللہ ظاہر ہوی ہوں پس کسی شے کے خاصے اور قوت کا علم آدمی کو اُسی قدر ہے جس قدر اللہ تعالی
کی جانب سے اُس کو دیا گیا ہے - آدم علیہ السلام کو علم الاسماء اللہ تعالی نے عطا فرمایا جس سے فرشتے
جن کو وہ علم نہیں دیا گیا تھا عاجز آئے اور زبان پر لائے سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ

نوٹ (۱) جیسے تجربات اشیا کے وقت ظہور کسی خاص خاصہ کے جو اُن میں مخفی اور مودع روز فطرت سے تھا۔

الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔ تو پاک ہے ہمکو اُتنا ہی علم ہے جتنا تو نے دیا ہے تو ہی سب کا علیم و حکیم ہے اور عقل سلیم بھی اس کو مانتی ہے کہ ہمکو کسی شے کے خاصے اور قوت کا اُتنا ہی علم ہونا چاہیے جتنا دیا جاوے جن کا علم نہ دیا جائے اُن کی ہستی اور وجود بالقوہ اور فی الباطن سے انکار ایک غلطی اور حمق ہے حکیم علی الاطلاق اور صانع باکمال کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے کمال کا اقتضا یہی ہے کہ ہر شے میں خواص اور قوتیں لا انتہا اور غیر محدود علم انسان ہوں خدا کا علم کامل اور محیط تمام کا ہو اور انسان کا علم ناقص اور اُسی قدر ہو جو اُس کو بوسیلہ انبیا اور اولیا علیہم السلام یا اور کسی طرح سے بتوفیق الٰہی دیا جائے تاکہ خدا اور مخلوق میں فرق رہے یہ تو یقینی امر ہے کہ خدا کے علم میں مخلوق کی ایک تعداد ہے جس کو وہی خوب جانتا ہے تعداد مخلوق کا علم انسان کو بہت تھوڑا اور بہت محدود ہے جب اُن کی کل تعداد ہی معلوم نہیں تو اُن کے سب خواص اور قوتیں کیا معلوم ہونگی ہم ناک اور کان کی گنتی جانتے ہیں ناک ایک اور کان دو اور جسم پر جتنے بال ہیں اُنکی گنتی نہیں جانتے یہ ہمارا علم ہے اور اُس پر بڑے بڑے دعوی کہ ہم بھی سب کچھ جانتے ہیں اور جو ہمارے علم میں نہیں وہ واقع میں اور وجود میں نہیں۔ افسوس افسوس اس ہمارے خبط اور جہل مرکب پر کل اشیا کے خاصے اور ہر شے کے کل خاصے اور قوتیں ہمکو کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتی ہیں الا ما شاء اللہ۔ خاصوں کے ظہور وقتاً فوقتاً سے معلوم ہوا ہے کہ دو چیزوں کے خاصوں اور قوتوں کے ملنے سے ایک تیسرا خاصہ تیسری قوت تیسرا ظہور پیدا ہو جاتا ہے جو روز فطرت سے قدرت کاملہ الٰہی نے اُن میں رکھا ہے اور وہ بحکم لِكُلِّ أَمْرٍ مَرْهُونٌ بِأَوْقَاتِهَا خاص وقت میں ظاہر ہوتا ہے۔ دو سو برس کی تاریخ سائیننس (علم طبعی) کو دیکھئے کیا کیا عجائب ظہورات اور فوٹو لیتا ظاہر ہوئی ہیں اور کیا کیا کام اُنہوں نے دئے ہیں جو پہلے معلوم نہ تھے اس سے اب سائینس کے عالموں نے بھی عملاً مان لیا ہے کہ اشیا میں خواص اور قوتیں لا انتہا ہیں اور ہمکو سب معلوم نہیں تجربات کئے جاؤ نئے نئے ظہورات ظاہر ہوں گے اس سے اب یہ بات کہ ہر شے اور اُسکا ہر جزو زبان مقال اور سماعت باطنی رکھتا ہے خواہ اُس مقال اور سماعت کا اپنے حال کے لحاظ سے ہمکو علم ہو یا نہ ہو۔ اور اُن کے آلات کو ہم ناقص الحال جانتے ہوں۔ یا نہ جانتے ہوں بعید از عقل نہیں رہے کیونکہ عقل ظاہری اس کو ماننے لگی ہے کہ کچھ ضرور نہیں جو ہمکو معلوم نہ ہو وہ واقع میں نہ ہو دیکھئے جب تک فونوگراف ایجاد نہیں ہوا تھا ہم نہیں سمجھتے تھے کہ کسی اور شے کا بھی ایسا قال ہو سکتا ہے جیسا ہماری زبان کا قال و کلام ہے فونوگراف نے اُس سمجھ کی دھجیاں اُڑا دیں پردے میں اگر فونوگراف کچھ گا رہا ہو یا بولتا ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی گا رہا ہے اور بولتا ہے لب و لہجہ کلام کا سب آدمی کا سا ہوتا ہے اور اگر وہ آدمی پہلے سے معلوم ہو تو اُس کی آواز بھی پہچانی جاتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں آدمی گا رہا ہے

یا بولتا ہے حالانکہ وہ آدمی نہیں ہوتا موم کا خول ہوتا ہے اور وہی گاتا ہے اور بولتا ہے گو حقیقت حال
اُس کے بولنے اور گانے کے اُسکا کوئی خاصہ نرمی لچک تموج وغیرہ کا کیوں نہ ہو مگر انسان کے مغز میں
جو اُس کی آواز کا پرسیپشن[1] (ادراک) ہوتا ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا آدمی یا اور کسی کی آواز کا
ہمارا سارا عمل ادراک پر ہے اسی ادراک انسانی سے موم کے بولنے اور گانے کا حکم کیا جاتا ہے خواہ وہ
ادراک نتیجہ خواص ذاتی جسمانی موم کا ہو یا اور کسی چیز رانگ کے ورق وغیرہ کا - اور رہا نا کہ تھرانے والے
جسم سے جیسے گھنٹہ اور باجے کا تار وغیرہ ہیں اُس کے تھرانے پر آواز پیدا ہوتی ہے اور اُس آواز کی لہریں
پاس کے جسم لچکدار میں سب طرف ہم مرکز گروں کی شکل میں ایسی منتشر ہوتی ہیں جیسے پانی میں ڈلا مارنے
سے اُس کی موجوں کے ہم مرکز دائرے چاروں طرف منتشر ہوتے ہیں اور بڑے ہوتے جاتے ہیں اور اُن
آواز کی لہروں کے کنڈکٹر (موصل اور اُنکو آگے پہنچانے والے) درمیانی اجسام ہوا وغیرہ ہیں اور یہ لہریں
آواز کی وائی بریشن یعنے جسم درمیانی کی لچک کی تھرتھراہٹ اور لہر کو ایک ریٹ یعنے اندازہ پر چلتے
ہیں اور اُس اندازہ وائی بریشن (تھرتھراہٹ) سے کمی بیشی آواز میں ہوتی ہے یعنی اگر ایک سکنڈ میں تقریباً
سولہ بار وائی بریشن جسم درمیانی لچکدار کا لہراؤ اور تھرانا ہو تو سب سے زیادہ آہستہ آواز آتی ہے جو کان ظاہری کی
سماعت سن سکتی ہے اُس سے کم آہستہ نہیں سن سکتی اور اگر ایک سیکنڈ میں چالیس ہزار وائی بریشن جسم
درمیانی لچکدار کے لہراؤ ہوں تو سب سے بڑی شور والی آواز ہوتی ہے اور کم و بیش ہونا آواز کا نہیں وائی بریشن
(لہراؤ) فی سکنڈ کی کمی بیشی سے ہوتا ہے اور اجسام لچکدار درمیانی اپنی خاصہ لچک سے آواز کی لہروں کو لیتی
ہیں خواہ وہ عربی الفاظ کی آواز کی لہریں ہوں یا ترکی یا فارسی یا ہندی وغیرہ الفاظ کی لہریں - اور ضرور نہیں
کہ وہ خاصہ لچک جسم درمیانی کا پہلے سے عربی یا ترکی یا فارسی یا ہندی وغیرہ پڑھا ہوا ہو اور اُن کو سمجھتا ہو
اور اُن آواز کی لہروں کو لیکر بلا کم و بیش بڑی ایمانداری اور امانت سے اپنے خزانہ خاصیت میں مخزون و محفوظ
رکھتا ہے اور آگے اُنکو پہنچاتا ہے اور جتنی بار چاہو اُتنی بار اُن آواز کی لہروں کو اپنے خزانہ خاصیت سے نکال کر
پیش کرتا ہے اور واپس دیتا ہے اور وہ خزانہ خاصیت اُسکا ایسی خاصیت رکھتا ہے کہ ایک آواز کی لہر جو اُسمیں
آئی ہوئی ہزار بار یا اُس سے اور بھی زیادہ اُسی آواز کی لہر بن جاتی ہے بڑی برکت والا اُسکا خزانہ خاصیت
ہے ذرہ در دنیا اور شتر در آخرت بلکہ بے انتہا در آخرت کے مسئلہ ثواب کو ثابت کرتا ہے - اور جب اُس آواز کی
لہر اور لچک جسم درمیانی کی کان ظاہری کے پردوں پر ٹکر لگاتی ہے اور وہاں سے مغز تک وہ لہر آواز کی جاتی
ہے تب سن سے شن (احساس) اور پرسیپشن (ادراک) آواز کا مغز[2] میں ہوتا ہے مگر اس سارے عمل

نوٹ (۱) دیکھو گلٹ کے کتاب فونوگراف مطبوعہ لندن ۱۸۹۲ء صفحہ ۴ - (۲) اسی کتاب کا صفحہ ۸ -

کا نتیجہ وہ ادراک مغز ہی ہے اور اُسی نتیجہ پر حکم ہے اور اُس سے یوں سمجھا جاتا ہے کہ فونوگراف میں آدمی یا اور کوئی زبان قال سے بولتا ہے جس کی آواز اُس سے آتی ہے۔ وہ زبان قال جو فونوگراف میں الفاظ و حروف سے بولتی ہے گو ہماری زبان قال گوشت کے ٹکڑے کی شکل نہیں ہے مگر اُس سے نتیجہ جو ہمارا مغز پُرسپ شَن (ادراک) الفاظ و حروف وصوت کا کرتا ہے اُس پر حکم زبان قال کا اور آلہ قال کا ہوتا ہے خواہ وہ الفاظ و حروف ابتدائًا ہمارے ہی زبان قال اور آواز کی کیوں نہوں۔ یہ ایک مثال زبان قال ظاہری کے سمجھنے کے لئے ہے اور ہر شئے کے جزو بدن کی زبان قال باطنی تو واقعی ہے جو قدرت کاملہ حکیم علی الاطلاق نے اُس میں رکھی ہے اور اُس کے الفاظ و حروف اور صوت بھی اُس کی مناسبت حال کے ہیں اور وہ حمد و تسبیح الٰہی بھی اُسے زبان قال سے ادا کرتی ہے کہ مصداق اسکی آیۃ کریمہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ہے ہاں ہم اپنے نقص سماعت اور محدود سماعت کی وجہسے زمرۂ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ میں داخل ہیں مگر اولیا عظام صوفیہ کرام رح جو انسان کامل ہیں اور تمام قوتیں کاملہ کمالات انسانی کی رکھتے ہیں اور اُن کی وہ قوتیں نقص و تقید سے رہائی پاکر کمالات انسانی کے مرتبہ اعلی اور مطلق تک پہنچ گئی ہیں اُن کا سریان و اطلاق ہر جزو بدن میں ہوگیا ہے وہ اپنی سماعت باطنی سے ہر شئے و ہر جماد و نبات و حیوان کے اور ہر جزو بدن انسان کی زبان قال سے حمد و تسبیح حق سنتے ہیں اور اُسکو مغز باطنی کامل و مطلقہ اپنے سے ادراک کرتے ہیں اور جب وہ خود متکلم ہوتے ہیں تو کلام الٰہی کے فونوگراف ہیں اور اُن پر یہ صادق آتا ہے ع ہرچہ اوستا د ازل گفت ہماں می گویم ؂

نقش فی انفسکم جس نے سنوارا مجھ میں	میں تجھیں جلوہ نما آپ ہے پیارا مجھ میں
چھپ گیا ہستی موہوم کا تارا مجھ میں	شمس اسرار حقیقت کا ہُوا جب کہ طلوع

نقص انسانی کی ماں اور اُسکی سب خرابیوں کی جڑ یہ پیاری بیٹی ہستی موہوم ہے۔ اسی کے بیٹے پوتے بیٹیاں پوتیاں نواسے نواسیاں سارا کنبہ خطوظ نفس اور شتہیات طبع ہیں یہ مری اور سب کنبہ اسکا خطوظ نفس اور شتہیات طبع کا فنا ہوا۔ قوائے کمالات انسانی جو باطن انسان میں مودع اور مخفی تھے وہ سب ظاہر اور اپنی اپنی پوری قوت سے حاضر ہوئے اور سارے حجاب ظلمانی و نورانی نابود ہوئے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ ع

تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

شمس اسرار حقیقت کے طلوع سے یہ ہوا کہ اُس کی روشنی اور پرتوہ سے ہستی موہوم کا تارا چھپ گیا تمام قوائے انسانی شمس اسرار حقیقت کے نور سے منور ہوگئے۔ چشم دل میں نور بصیرت آگیا اُس نور کی روشنی سے سب پردے اور حجاب جو چشم دل پر پڑے ہوئے تھے اور موتیا بند اُس کے ہورہے تھے اُٹھ گئے عرش سے فرش

تک اُس نور سے نظر آنے لگا۔ قدرتی کل الگ ٹری سیٹی (برق جسمانی) کے ظہورات عجیب وغریب جو تھوڑے عرصہ سے ظاہر ہوئے ہیں اُن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس برق جسمانی کے نور میں ایسی تیز روشنی ہے کہ بعض غیر شفاف جسموں کو شفاف اور آئینہ نفوذ روشنی کا بنا دیتی ہے اور اُس کے ظلماتی اور غیر شفافی پردوں کو جو کم روشن نور کو منعکس کر دیتی تھی اور اپنے میں اُس نور کی روشنی کو نفوذ نکرنے دیتی تھی اُٹھا دیتی ہے تو اُس شمس اسرار حقیقت کی نورانی روشنی میں جو برق الہی اور برق محمدی ہے اور برق اجسام سے بہت اعلی مرتبہ ہر صفت میں رکھتی ہے او قلب انسان کامل پر متجلی ہوتی ہے کیوں اس قدر قوت اور زیادتی روشنی کی نہیں ہوسکتی جو اپنی تیزی روشنی سے تمام غیر شفاف اجسام کے ظلماتی اجزا اور پردوں کو فنا کر کے شفاف اور آئینہ نفوذ اُس نور کا بنا دے اور عرش سے فرش تک تمام کی سب کیفیت دکھا دے۔ ہوسکتی ہے بلکہ امر واقع ہے جس کی شہادت حالات انسان کامل دیتے ہیں یہ تو انسان کامل کی قوت بصیرت اور نور چشم دل کا بیان تھا ایسے ہی اُس کی سماعت گوش دل کا حال ہے کہ قوت برق الہی سے اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ عرش سے فرش تک کیسے ہی کسی کی آہستہ آواز ہو اور کسی قسم کا کلام ہو سُن لیتی ہے یا یوں سمجھئے کہ کسی شے کی آواز کیسی ہی آہستہ او رکان ظاہری سے ناممکن السماعت ہو اُس برق الہی اور برق محمدی کی قوت سے جو قلب انسان کامل میں اور درمیانی اجسام میں بھری ہوئی ہوتی ہے اور چلتی ہے اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ کان ظاہری کو ناممکن السماعت ہونے سے گوش دل میں ممکن السماعت ہوجاتی ہے اور واضح طور پر بخوبی سنی جاتی ہے یہ محال نہیں ہے امر واقع ہے کہ کاملان وقت صوفیہ کرام رح اسی طرح عرش سے فرش تک ہر شے کے کلام کی آواز خواہ کیسے ہی آہستہ اور باریک اور ناممکن السماعت کان ظاہری کی ہو گوش دل سمع باطنی سے سُن لیتے ہیں۔ کیا آپ نے ٹیلی فون کے بعد مائکرو فون کو نہیں دیکھا اور نہیں سُنا

نطق دیگر ہے کنند اثبات در جمیع مواطن واوقات

ایک اور نطق اپنی کشف اور قوت سماعت گوش باطنی سے اور خود شنید واقعہ سے تمام مواطن اور محال اور مقامات ازمان اور اوقات میں ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں

ہمہ ہستند زندہ و گویا خالق خویش را بجاں جویا

سب جماد و نبات وحیوان بلکہ کل مخلوق زندہ ہیں اور گویا ہیں اور اپنے خالق کے جان و دل سے جویا ہیں یہاں جس زندگی اور گویائی کا بیان ہے ظاہر ہے کہ وہ ہماری اس زندگی اور گویائی ظاہری سے کچھ الگ ہی قسم کی زندگی اور گویائی ہے او ارا اپنی ہی خیالی اور اعتباری زندگی کو زندگی اور گوشت کے ٹکڑے زبان

کی گویائی کو گویائی کہنا اور حیوانوں کے سوا اوروں کو کسی قسم کی زندگی سے زندہ نہ سمجھنا بیجان و مرُدہ سمجھنا اور اُن کی اپنی خاص زبان قال سے اُن کو گویا نہ سمجھنا اور اُن کو چپ اور خاموش سمجھنا بڑی غلطی اور نادانی ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ وہ

حمد و تسبیح حق ہمی گویند راہ قرب و رضا ہمی جویند

حمد اور تسبیح حق کی کہتے ہیں اور حق کی تعریف اور پاکی از ہمہ نقص کے گویا ہیں اور اس سے راہ قرب و رضائے حق کے جویا ہیں اہل کشف جو اس تسبیح و حمد کو سنتے ہیں اُس کی وجہ یہ ہے کہ

تیز گوشاں کہ سمع شاں مبدل شد بسمع دگر بنور ازل

وہ تیز گوش ہیں اُن کی قوت سماعت باطنی ایسی تیز ہے کہ اور کسی کی ویسی نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ اُنکی پہلی سماعت جو ظاہری کان سے تھی وہ دوسری سماعت سے جو نور ازل سے پیدا ہوئی بدل گئی ہر عضو اور رگ و ریشہ اور جزو بدن میں وہ سماعت نور ازل کی آگئی جس کی مُصدق حدیث قُدسی کنت سمعہ الخ ہے جب حق تعالیٰ ہی اُس کی سمع ہو جاوے یعنی صفت سمع حق سبحانہ تعالیٰ کی اپنی تجلی اُس کی سمع پر کر کے اور اُس کے گوش باطنی ہر جزو بدن میں سرایت کر جائے تو ظاہر ہے کہ وہ سمع باطنی کامل کی بڑی اعلیٰ قوت کی ہے جو نور ازل نور الٰہی سے یا یوں کہئے کہ برق الٰہی سے برق محمدی سے حاصل ہوئی ہے ایسی سمع سے اہل کشف و عیاں

حمد و تسبیح شاں ہمی شنوند گرچہ اہل نظر ہمی گروند

حمد و تسبیح ہر شے کی سنتے ہیں اگرچہ اہل نظر جو اس دولت سماعت سے محروم ہیں اسکو نہیں مانتے مگر اُن کی ناقص الحالی اور نادانی سے نہ ماننے سے امر واقعہ نہیں مٹتا اور معدوم نہیں ہوتا وہ اپنے حال سے معذور ہیں کہ اُن کو اُن کے نقص کی وجہ سے یہ سماعت باطنی حاصل نہیں اور اُن کے ناقص حال پر یہ صادق آتا ہے اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ آدمی اپنے حال پر اوروں کا قیاس کرتا ہے اور اسی وجہ سے غار نقص میں وہ پڑا ہوا ہوتا ہے حقائق حال تمام امور واقعی سے واقف نہیں ہوتا اور جہل مرکب میں گرفتار ہو جاتا ہے ہر امر کو اپنے واقفیت کے ترازو میں تولتا ہے اگر اُس میں وہ وزن نہیں رکھتا تو اُس کے وجود اور ہستی سے انکار کر دیتا ہے سچ ہے اَلْمَرْءُ لَا یَزَالُ عَدُوًّا لِمَا جَہِلَ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

زد شیخ شہر طعنہ بر احوال اہل دل المرء لا یزال عدوًا بما جہل

شیخ شہر اہل نظر نے اہل دل کے احوال سنکر تمسخر کیا او طعنہ مارا کہ ہیں ایسے وہ کہاں سے ہو گئے کھاتے ہیں بیویں چلیں پھریں جو حال ہمارا وہی اُن کا انسان ہم بھی انسان وہ بھی پھر ہم پر وہ احوال کیوں وارد نہیں

ہوتے جو وہ کہتے ہیں۔ دیکھئے مرض جہل مرکب میں کیسے گرفتار ہیں اتنا نہیں جانتے کہ ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

احوال اہل کشف کے نورو حانی اور ربانی ہیں اور اُنکی جسمانی جسمانی کو روحانی و ربانی سے کیا نسبت۔ بعض خواص جسمانی کو ہی دیکھے جن کو کوئی اپنی ناواقفیت اور گرفتاری مرض جہل مرکب سے نہیں جانتا ہے اونکے ظہور پر اُنسے مُنکر ہوجاتا ہے اور تعجب کرتا ہے وجہ یہ ہے کہ ؎

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند در جہل مرکب ابدالدہر بماند

وہ اپنے اس خبط اور خیال خام میں پھنسا ہوا ہے کہ خدا کی خدائی کی جتنی باتیں ہیں وہ سب میں جانتا ہوں بھلا دیکھئے کہاں خدا کی خدائی اُتنی ساری باتیں اور کہاں یہ صاحب اُن سب کے جاننے کا خیال خام رکھنے والے ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک ٭ جو اس جہل مرکب سے نکل جاتا ہے اور اپنے علم پر الزام لگاتا ہے کہ وہ ناقص ہے وہی حقائق امور کو کچھ پاتا ہے اور یہی عمل موجب سعادت و ترقی ہے۔ ۱۸۷۷ء سے پہلے یہی معلوم تھا کہ آواز کی لہریں اجسام لچکدار درمیانی جیسے ہوا وغیرہ میں لیجاتی ہیں اور وہ اُن کے موصل اور کان تک آواز کو پہنچانے والے ہیں ۱۸۷۷ء کے آخر میں ایک شخص اڈیسن [۱] نامی نے اپنے تجربات کے نتیجہ سے علمی دنیا کو یہ اطلاع دی کہ ایک آلہ ایسا بن سکتا ہے کہ اگر کچھ الفاظ کسی آواز کے اُس کے سامنے بولے جائیں تو انہیں الفاظ سے وہ پھر بول سکتا ہے اور الفاظ آواز کو بڑی ایمانداری سے واپس دے سکتا ہے اس اطلاع سے ایک عالم علمی دنیا کا حیرت میں پڑ گیا کوئی کچھ اور کوئی کچھ کہنے لگا اور سو سو حجتیں اُس کے قبول میں کرنے لگا یہاں تک کہ اڈیسن نے اپنا بنایا ہوا آلہ **سائنٹی فک سوسائٹی** (مجلس علمی) فرانس کو دکھایا اور اُس سے آواز آدمی کو سنوایا مگر سامعین کو یقین نہ آیا انہوں نے خیال کیا کہ کوئی شخص **کلیورونٹری لکوسٹ** (تماشا گر لسان والفاظ طرح طرح کے آدمیوں اور جانوروں کی بولیاں بولنے والا) کہیں بول رہا ہے یہ حال گرفتاران جہل مرکب کا تھا خواہ وہ علوم ظاہری کے کتنے ہی عالم تھے مگر جب اڈیسن نے اُسکو امریکہ کے اخبار **سائنٹی فک امریکن** کے دفتر میں دکھایا اور اُس عمدہ اخبار نے اُس کی تشریح بھی شائع کی تو اُن دانایان نے جو اپنی معلومات پر اڑے رہنے کو جہل مرکب جانتے تھے اور اپنی معلومات کو محدود کونا کافی سمجھکر اُن کی ترقی دیگر خواص اشیا کے معلومات سے چاہتے تھے اُس پر یقین کیا اور طرح طرح سے اُس کے تجربات کئے اپنے اپنے تجربات اور تحقیقات سے فونوگراف کوئی رانگ کے ورق کا کوئی موم کے خول کا بنایا اُس کے خاصے آواز اور بولنے

نوٹ (۱) دیکھو گلٹ کی کتاب۔ فونوگراف مطبوعہ ۱۸۹۰ء صفحہ ۹

سکا تماشا دکھایا عوام کو اسکا یقین آیا کہ بعض اشیا میں ایسا خاصہ بھی ہے کہ وہ آدمی کی طرح بولتا ہے یہ تو ظاہر والوں اقص الحالوں کا حال تھا جن کا خواص ظاہر شدہ سے آگے گذر نہیں خواص مخفیہ کی دلی کی خبر نہیں اور باطن والے صاحب کمال خواص مخفیۂ اشیا کو چشم دل سے اور نور بصیرت سے جو کمالات انسانی کے ایک قوت ہی دیکھتے ہیں اور اُن کا کلام زبان قال کا اپنی قوت سماعت باطنی سے سنتے ہیں

مرتضیٰ گفت از رسول خدا رفتم از مکہ جانب صحرا
ہیچ سنگ و درخت نا مدبیش کہ نہ گفتش سلام بے کم و بیش

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے جو بڑے انسان کامل ولی اللہ پیشوا ے صوفیہ کرام رہ تھے ایک دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں مکہ سے صحرا کی طرف گیا تو ہر پتھر اور درخت نے مجھکو سلام کیا - اس سے یہ باتیں ثابت ہیں - ایک ہر پتھر اور درخت کی زبان قال تھی جس سے اُنہوں نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ انسان کامل ولی اللہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا دوسرے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ہر پتھر اور درخت نے پہچان لیا کہ یہ انسان کامل مقبول بارگاہ الٰہ واجب التعظیم ہیں اس سے اُن کا علم ثابت ہے تیسرے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو سماعت باطنی کمال انسانی کی وجہ سے حاصل ہونا اور اُس سے سلام ہر پتھر اور درخت کا سُن لینا ثابت ہے اور یہ حال بھی کامل کا ہوتا ہے کہ اُس کی سماعت ظاہری اور باطنی دونوں ایک ہوجاتے ہیں کہ سماعت ظاہری بھی تو ایک جزو سماعت باطنی کا ہے جو ہر جزو بدن کامل کی جان ہورہی ہے اور اپنے اطلاق سے اُن میں سریان کر رہی ہے

ابن مسعود گفت وقت طعام می شنیدیم از طعام کلام
بزبان فصیح و لفظ صریح خوش ہمیگفت بہر حق تسبیح

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کھانا کھاتے وقت ہمنے کھانے کا کلام سنا کہ زبان فصیح اور لفظ صریح سے بڑی خوش بیانی سے حق سبحانہ تعالیٰ کی تسبیح کہہ رہا تھا اس سے بھی وہی باتیں ثابت ہوتی ہیں جو پہلے بیان ہوئیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ زبان قال بھی اُن کی فصیح اور اُس کے لفظ بھی صریح ہوتے ہیں ایک ایک سمجھ میں آتا ہے وہ لفظ کسی خاص زبان یا زبان عربی کا ہوگا جو حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے سُنا

در بیان معنی کلام و بیان مراتب و اقسام آں و بیان آنکہ کدام قدیم است
و کدام حادث و بیان آنکہ کلام جمادات و نباتات از کدام قبیل است

یعنی اشعار آئندہ معنی کلام کے بیان میں اور اُس کے مراتب اور اقسام کے بیان میں ہیں اور اس بیان میں

ہیں کہ کونسا قدیم ہے کونسا حادث اور کلام جمادات اور نباتات کا کس قبیل سے ہے

گرچہ آمد بسیط اصل کلام   باشد آنرا مراتب و اقسام

یعنی اگرچہ کلام کی اصل بسیط ہے مرکب نہیں مگر عالم ظہور میں اُس کے مراتب اور اقسام ہیں اب سوال یہ ہے کہ اُس بسیط کی اصل کیا ہے؟

ہست اصل بسیط آن زصفات   زصفاتے کہ ہست لازم ذات

اُس بسیط کی اصل صفت حق ہے جو لازم ذات حق ہے یعنی ذات کے ساتھ ہے اُس کی عین ہے ذات پر زائد نہیں ذات کی غیر نہیں اور کبھی اُس سے منفک نہیں ہوتے اور کلام کی تعریف یوں سمجھئے کہ

حق تعالے حقائق و اسرار   چوں کند بہر قابلاں اظہار

حق تعالیٰ حقائق و اسرار کو جب قابلوں اور مستعدوں پر جن کی قابلیت اور استعداد مرتبہ کمال کی ہے ظاہر کرتا ہے تو

صفتے را کہ ہست مبدا آں   کردہ نامش کلام اہل بیاں

اہل بیان نے یعنی اُن قابلوں نے اُس صفت حق کا نام جو اُن حقائق و اسرار کی مَبدا و مَنشا ہے کلام رکھ لیا ہے وہ اُس صفت حق کو کلام کہتے ہیں ہمارے خیال میں جو کلام کے معنی اُس آواز و الفاظ کے ہیں جو زبان قال سے نکلیں یہ معنی اُس کلام کے نہیں ہیں جسکا یہاں بیان ہے بلکہ اُس صفت حق کا نام ہے جو مبدا حق و اسرار ہے دونوں کے معنی میں فرق ظاہر ہے ایک فرق تو یہ ہے کہ

پیش آن کو بود بعلم عَلَم   این کلام است متصف بقدم

یعنی جو شخص علم حقیقی اور اصلی میں مشہور ہے اور عالم حقانی و ربانی ہے اُس کے نزدیک اور واقعہ میں یہ کلام یعنی وہ صفت حق جسکا نام مبدا حقائق و اسرار ہونے کی وجہ سے کلام رکھ لیا ہے قدیم ہے ہماری کلام کی طرح حادث نہیں۔ کیونکہ

باشد از روی حکم عقل سلیم   صفت ذات ہمچوں ذات قدیم

عقل سلیم یہی حکم کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ذات قدیم کی صفت بھی مثل اپنی ذات کے قدیم ہونی چاہیے کیونکہ ذات حق کے لئے صفت لازم ہے بے صفت کی ذات کیا؟ جب ذات قدیم ہے تو ذات کے ساتھ ہی وہ صفت بھی قدیم ہے جس کا نام حقائق و اسرار کا مبدا ہونے سے کلام رکھ لیا ہے کہ وہ ذات کی عین ہے غیر نہیں یہ تو اصل و حقیقت کلام کا بیان ہے اب اُس کے عالم ظہور میں جو مراتب و اقسام ظہور کے ہیں اُن کا بیان سنئے کہ وہ صفت حق موسوم بکلام جسکا ظاہر ہونا ضروری ظہور میں

گاہے آں بے توسط گفتار آید اندر مراتب و اطوار

کبھی تو وہ صفت بدون توسط گفتار اور کلام کے جسکو ہم گفتار سمجھتے ہیں مراتب و اطوار میں آتی ہے اور ظاہر ہوتی ہے اور انسان قابل اور کامل پر حقائق و اسرار کو ظاہر کرتی ہے اور اُس سے وہ اُن کے واقف ہوتے ہیں - یہ مرتبہ کلام کا جو ظہور میں بے توسط گفتار و صوت و حرف کی ہے اور اُسکا فہم قابلوں کا بڑے اعلیٰ مقام کا ہے - مولانا روم رحمہ اللہ

اے خدا بنما تو جاں را آں مقام کاندرو بے حرف مے روید کلام

اس مرتبہ کلام کا اعلیٰ ہونا اس سے ظاہر ہے کہ قابلوں کی جان میں اُس کے فہم و ادراک (پر نسبت حسن) کی حس پیدا ہوتی ہے نا قابلوں ناقصوں کو وہ حس روحانی حاصل نہیں ہوتی جس جسمانی کو اُسکا (پر نسبت حسن فہم و ادراک) حاصل نہیں جب حس جسمانی کے فہم و ادراک سے یہ وہ بالاتر ہے تو اس کی سمجھ میں کیونکر آسکے اور کسی نظیر سے حس جسمانی اور اُس کی تابع عقل ظاہری سقیم مشوب بوہم کو کوئی کیسے سمجھائے یہ مقام اعلیٰ طور عشق کا ہے جس میں حس روحانی کو فہم اس مرتبہ کے کلام کا حاصل ہوتا ہے طور عقل تابع حس جسمانی کو حاصل نہیں ہوتا ہاں عقل سلیم نظیر سے اگر اُسکو سمجھ سکتی ہے تو اس نظیر سے اس کی نوعیت کچھ سمجھ سکتی ہے -

چوں دلالات جملہ موجودات برکمال صفات و وحدت ذات

یعنی جیسے صفات حق کے کمال کی اور اُس کی ذات کی وحدت کی تمام موجودات بے گفتار زبانی و صوت و حروف کے دلالت کرتی ہے اور ہر شے کی بناوٹ اور خلقت جو دوسری شے سے مختلف ہے اور عجیب و غریب ہے اپنے حال سے بے گفتار و صوت و حروف کے گواہی اس کی دیتی ہے کہ میرا جو صانع و خالق ہے وہ بڑا باکمال اور بڑے کمال کی صفت حکمت رکھنے والا اور یکتا اور ذات واحد ہے اور یہ ایک مرتبہ کلام کا ہے ایسے ہی بلکہ اس سے بہت درجہ بڑھکر یہ مرتبہ کلام کا ہے جو بے توسط گفتار و صوت و حروف کے قابلوں پر ظاہر ہوتا ہے اس کلام کی سماعت کے قابل وہی ہیں جو طور عشق میں انسان کامل ہیں جتنا رتبہ عشق کو عقل پر ہے کہ عشق حقیقی سے تمام حسیں تمام قوتیں کمالات انسانی کی (اُسکی نیچر (اصل فطرت) کی) انسان کامل کو حاصل ہو جاتے ہیں اور عقل ظاہری کو وہ حاصل نہیں ہوتیں اُن سے بہت گھٹیا حواس اور قوتیں جسمانی محدود حاصل ہوتی ہیں اُتنا ہی رتبہ اُس کلام کو جو بے توسط گفتار و حروف کے قابلان اور کاملان سنتے ہیں اُن دلالات و کلام بے گفتار و حروف پر ہے جو موجودات سے مفہوم ہوتی ہیں یہ دلالات اس لئے اُسکی نظیر ہیں کہ اگر کوئی ذکی الطبع عقل سلیم رکھنے والا اُس کلام کی کیفیت

سمجھ سکتا ہے تو انہیں سے سمجھ سکتا ہے مگر یہ ہُو بہُو اور بتمامہ اُسکی نظیر نہیں اور وہ

گاہ ہے اندر لباس لفظ و حروف کہ مراو را قوالبند و ظروف

کبھی کلام لباس لفظ و حروف میں جو اُس کے خاص قوالب و ظروف ہیں ظاہر ہوتا ہے یہ دوسرا مرتبہ ظہور کلام کا ہے

وین دو قسمست زانکہ لفظ و مقال یا بحس مُدرک ست یا بخیال

یہ ظہور کلام دوسرے مرتبہ کا جو اپنے قوالب و ظروف الفاظ و حروف خاص میں ظاہر ہوتا ہے دو قسم کا ہے ایک قسم تو اُس کی ایسی ہے کہ حس ظاہر سے مُدرک ہوتی ہے کیونکہ وہ الفاظ و مقال جو اس کلام کے ظہور کا واسطہ ہیں اپنے ذاتی خاصہ سے یا تو حس سے مُدرک ہوتے ہیں یا خیال سے اس خیال کو ایسا خیال نہ سمجھ لینا جیسا ہمارا خیال ناقص بلکہ وہ خیال ایک قوت باطنی روحانی ہے جو کاملوں کو حاصل ہوتی ہے

آنچہ مُدرک ہمے شود بحواس ظاہر آمد بہ پیش عقل و قیاس

جو حواس ظاہری سے مدرک ہوتا ہے وہ تو عقل و قیاس کے روبرو ظاہر ہے حاجت بیان نہیں اور

وانچہ باشد حواس ازاں قاصر ہست بر اہل کشف بس ظاہر

جن کی ادراک سے حواس ظاہری قاصر ہیں وہ اہل کشف پر اُن کے حواس باطنی سے ظاہر ہیں۔

موطنش عالم مثال بود آلتِ سمع آں خیال بود

اس ظہور کلام کا جس کے ادراک سے حواس ظاہر قاصر ہیں مُوطن اور جائے ظہور عالم مثال ہے اور اُسکا آلہ سمع خیال کامل ہے کہ اُس کی ہی عالم مثال تک پہنچ ہے عالم مثال کا بیان پہلے اس قانون کے صفحہ ۲۸ پر کیا گیا ہے یہ عالم مثال عالم ارواح سے نیچے اور عالم اجسام سے اوپر ہے عالم ارواح سے کثیف اور عالم اجسام سے لطیف ہے۔ یہ قسم ظہور کلام کی جسکا موطن عالم مثال ہے اور آلہ سمع اُسکا خیال کامل ہے۔

گرد داز سمع باطن آں مفہوم سمع ظاہر بود ازاں محروم

سماعت باطنی سے مفہوم ہوتا ہے کہ اُسی کو اتنی قوت ہے جو اس کلام کو عالم مثال سے سنے کیونکہ یہ سماعت باطنی روحانی کامل کو ہی ہوتی ہے جو صوفی ہوتا ہے جو سلوک طریقت سے سیر عروجی عالم اجسام اور عالم مثال اور عالم ارواح کی کرتا ہوا اور سب لطائف اور قوا اُن میں سے حاصل کرتا ہوا اپنی عین ثابتہ تک پہنچ جاتا ہے اور پھر سیر نزولی میں اور بھی لطیف تر اور قوی تر لطائف و قوا حاصل کرتا ہوا کمالات انسانی کو پہنچ جاتا ہے اور انسان کامل ہو جاتا ہے سمع ظاہر یعنی قوت سماعت ظاہری جو ترکیب جسمانی آب و گل میں ہے اس کلام کی سماعت سے محروم ہے جسکا موطن اور جائے ظہور عالم مثال ہے وجہ اس کی ظاہر ہے کہ آب و گل

میں قدرت قادر علی الاطلاق نے یہ خاصہ نہیں رکھا کہ اپنے عالم اجسام سے اوپر عالم مثال تک پہنچ سکے اور وہاں کے کلام کو سن سکے اور جان و دل میں یہ خاصہ رکھا ہے کہ اُن میں جو صحبت آب و گل سے نقص آگیا ہے اور اپنے اصلی خواص اور قوا کو وہ اُس نقص کی تاثیر سے کھو بیٹھے ہیں۔ اُس نقص کے رفع ہونے پر عالم مثال تک پہنچ جاویں اور وہاں اپنے قواے اور سماعت اصلی باطنی سے اُس کلام کو سنیں یہ آب و گل اور جان و دل کی ذاتی خاصوں ذاتی قوتوں کا فرق ظاہر ہے جس میں قدرت سے اُس کی سماعت کا اُس کے ادراک اور پر سب پشن کا خاصہ ہی نہیں رکھا گیا قوت ہی نہیں دی گئی وہ کیسے اسکو سُنے اگر جسم آب و گل یہ دعوے کرے۔ جو مجھ میں خواص اور قوتیں نہیں وہ جان و دل میں بھی نہیں تو یہ عقل سلیم کے نزدیک بھی باطل ہے اور جسم کا حمق ہے کہاں رتبہ آب و گل و خاک کا کہاں جان و دل پاک کا دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جان و دل کا عالم مثال تک پہنچنا اور وہاں سے اس کلام کو سُننا یوں بھی قرین عقل سلیم ہے کہ جان و دل کا مقام عالم مثال سے بالاتر ہے بعد نزول بعالم انسانی جب وہ پھر اثر نقص جسمانی سے نکلکر اپنے اصلی موطن اور عالم میں پہنچتی ہے تو اس پہنچنے میں عالم مثال سے جو راہ میں گذرتی ہے وہاں کا کلام سنتی ہے

گفتگوے فرشتگاں باہم　　　باشد از حرف و صوت آں عالم

فرشتوں کی بات چیت بھی اسی عالم مثال کے صوت و حرف سے ہوتی ہے نہ عالم اجسام کے صوت و حرف سے کیونکہ فرشتے عالم ارواح میں بسے ہیں اور بہت لطیف تر ہیں اور اُس لطافت اعلی کی وجہ سے صوت و حروف صورت ظہور نہیں پکڑتے عالم مثال جو اُس سے کسی قدر کثیف ہے اُس میں وہ صورت پکڑتے ہیں اور ظاہر ہوتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ

ہر ملک را دراں مثالے ہست　　　کہ دہد شاں دراں مقالے دست

ہر فرشتے کی اس عالم مثال میں ایک مثال ہے اُس مثال میں اُنکو قوت مقال حاصل ہوتی ہے اس عالم مثال میں فرشتوں کے علاوہ ہر موجود کے خصوص انسان کی ہزارہا بے انتہا اشکال مثالی ہیں جب انسان کے دل و جان اثر نقص جسمانی کو دور کر کر عالم مثال میں پہنچ جاتے ہیں اُن پر وہ سب حقائق منکشف ہو جاتے ہیں جو اس عالم مثال میں ہیں اس عالم مثال کی کیا تعریف ہو

منجسد شود دراں ارواح　　　متروح شود دراں اشباح

اس عالم میں ارواح جسد پکڑ لیتے ہیں اور جسد بنکر متجسد ہو جاتے ہیں یعنی ارواح کو جسد بننے کی قوت جو قدرت سے حاصل ہو جاتی ہے وہ اسی عالم مثال میں ہوتی ہے اور جسد مثالی سے وہ عالم اجسام میں ظاہر ہوتے

ہیں مگر اُن کی حقیقت روحانی نورانی اس تجسد سے نہیں بدلتی ارواح کا تو اس عالم مثال میں نزول ہے
اور اجسام کا اس عالم مثال میں عروج ہے کہ اشباح اور اجسام کاملوں کے اس میں متروح ہوجاتے ہیں اور
صورت روح کی بنجاتے ہیں اور اولیائے کاملین جو ایک ہی وقت کئی جگہ ایک ہی صورت سے نظر آتے
ہیں وہ اپنی صورت ہائے مثالی سے نظر آتے ہیں یعنی ایک جگہ اُنکی صورت عنصری ہوتی ہے اور دوسری
جگہ صورت مثالی ناقص الحال کو صورت عنصری و مثالی کا تمیز نہیں ہوتا ہے

ہرچہ عالم فروز عالم جاں — قالبے باشد اندراں میداں

جو کچھ عالم عالم جان سے نیچے ہے اُس کا قالب عالم مثال میں ہے اُس قالب میں عالم جان کا ظہور ہوتا ہے۔
صورت پکڑتا ہے

وانچہ بالا رود ز عالم گل — صورتے یابد اندراں منزل

اور جو عالم گل اور اجسام سے اوپر عالم مثال میں پہنچ جاتا ہے وہ اُس منزل عالم مثال میں ایک صورت اپنی
پاتا ہے اور ایک صورت کیا ہزار ہا صورتیں پاتا ہے

وحیِ تنزیل رویتِ جبریل — ہست زاحکام آں جہاں بے قیل

وحی قرآن کی اور رویتِ جبرئیل علیہ السلام کی اسی جہان عالم مثال کے احکام سے ہے

نطق تسبیح کز جماد و نبات — بشنوی یا زجملہ حیوانات

ہمہ ہست از خواص آں عالم — سمع حس نیست اندراں محرم

نطق تسبیح جو جمادات اور نباتات سے اور اُن حیوانات سے جو بولنے پر قادر نہیں ہیں سنی جاتی ہے وہ تمام
اس عالم مثال کے خواص سے ہے یہی وجہ ہے جو سمع ظاہری جسمانی اُس سے محروم ہے اور وہ اُس مقام
سے اُس عالم سے نیچے ہونے کی وجہ سے نطق تسبیح جماد و نبات وغیرہ کو نہیں سُن سکتی ہے

ہر کرا شد کشادہ راہ خیال — اندراں عالمش دہند مجال

جس کسی کا راہ خیال کشادہ ہوجاتا ہے اُسی کو عالم مثال میں گھسنے دیتے ہیں اور کسی کو وہاں جانے نہیں
دیتے عالم مثال کو خیال مطلق بھی کہتے ہیں (نقد النصوص جامی رح فص السحقیہ) وہاں تک خیال جسمانی ظاہری
انسان ناقص کا نہیں پہونچ سکتا اور اُس کے حقائق کا ادراک نہیں کرسکتا انسان کامل کا خیال روحانی
باطنی پہنچتا ہے اور قوت ہائے باطنی سے ادراک اُس عالم کی حقائق کا کرتا ہے ایک عالم خیال مقید بھی ہے
وہ عالم مثال مطلق کی ایک مثال اور انموذج ہے مطلق اصل ہے تو مقید فرع ہے اس عالم خیال مقید کو مثال
مقید بھی کہتے ہیں عالم خیال مقید میں البتہ خیال انسان ناقص کا بھی پہنچ جاتا ہے اور خواب اور نوم جسمانی

ہیں۔ جو کچھ نظر آتا ہے وہ اسی عالم خیال مقید میں نظر آتا ہے اس سے ظاہر ہے خیال مقید اور خیال مطلق کے عالموں میں بہت بڑا فرق ہے اور ان کے حقائق کی ادراک کی قوتیں الگ الگ ہیں عالم خیال مقید کے حقائق کے ادراک کی قوت متخیلہ دماغی جسمانی ہے وہ ہر ایک میں علی قدر حال خود ہوتی ہے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور عالم خیال مطلق کے حقائق کی ادراک کی قوت متخیلہ باطنی روحانی ہے وہ مسلم کامل میں ہوتی ہے غیر مسلم اور مسلم ناقص میں نہیں ہوتی ؏ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؎ اس سے ظاہر ہے کہ خیال انسان ناقص کا خواہ وہ غیر مسلم ہو یا مسلم عالم خیال مقید تک پہنچتا ہے اور خیال انسان کامل کا عالم خیال مقید سے گذر کر عالم خیال مطلق تک پہنچتا ہے یعنی انسان ناقص کو ایک عالم خیال کی سیر ہوتی ہے اور انسان کامل کو دونوں عالم خیال کی سیر ہوتی ہے عالم خیال مقید کے مکشوفات انسان ناقص کو اتفاقاً نوم میں ہوتے ہیں اور عالم خیال مطلق کے مکشوفات انسان کامل کو بیداری میں اختیاراً ہوتے ہیں یعنی انسان ناقص کو اختیار نہیں ہوتا کہ جب چاہے عالم خیال مقید کے حقائق کو دیکھ لے اور انکی سیر کرلے اور انسان کامل کو اختیار ہوتا ہے کہ جب چاہے عالم خیال مطلق کی سیر کرے اور دیکھے اور اس عالم کی جو قوتیں اسکو حاصل ہیں کام میں لائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عالم خیال مقید کی مکشوفات کا بیان کیا جائے جو نوم اور واقعہ میں ہوتے ہیں۔

مکشوفات عالم خیال مقید کا اور منامات و واقعات کا بیان

نوم یعنی خواب ایک حالت جسمانی ہے جس کو ہر شخص جانتا ہے کہ کبھی وہ جاگتا ہے اور کبھی سوتا ہے اور اسکو بھی وہ جانتا ہے کہ جاگنے میں اس کے حواس خمسہ ظاہری برسر کار ہوتے ہیں۔ روح کی توجہ ان حواس کی طرف ہوتی ہے اور سونے میں اس کے حواس خمسہ ظاہری بیکار ہوتے ہیں ان کی طرف عموماً روح کی توجہ نہیں ہوتی اس لئے سَنۡ سے شَنۡ (احساس) اور پَرَسَپۡشَنۡ (ادراک) ان کو عموماً نہیں ہوتا اور جب ہوتا ہے خواب نہیں رہتی جاگ اٹھتا ہے اور یہ بھی ہر شخص جانتا ہے کہ خواب میں جو اسپر مکشوف ہوتا ہے خواہ کچھ ہی ہو وہ ان حواس خمسہ ظاہری سے مکشوف نہیں ہوتا اس کے حواس کچھ اور ہی ہیں ضرور ہے کہ ان حواس کو روحانی کہیں کہ روح ہی سونے کے وقت باطن میں کارکن ہوتی ہے اور جو کچھ نوم میں بلا حواس خمسہ ظاہری کے ظاہر ہوتا ہے وہ انہیں حواس اور قوت ہائے روحانی سے ہوتا ہے الا روح کے ساتھ خیال اور نفس بھی لگے رہتے ہیں جو حالت نقص میں روح کو اپنا تابع رکھتے ہیں اور طرح طرح سے وہی تماشا دکھانا چاہتے ہیں جو وہ چاہیں ہر شخص ناقص اسی حال میں گرفتار ہے اور قید خانہ اضغاث احلام میں قید جو چاہے

گریبان میں منہ ڈال کے دیکھ لے کہاں تک یہ پیچ ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ کامل کی خواب میں اُسکے روحانی حواس اور قوتیں جو دیدہ جان سمع جان وغیرہ ہیں کام کرتی ہیں یعنی مغیبات جو کچھ اُس پر خواب میں منکشف ہونگے۔ یا تو اُسکو دیدہ جان سے وہ منکشف ہونگی اور روح اُن کو اپنی چشم باطن سے دیکھ لیگی یا سمع جان سے منکشف ہونگی اور روح اُن کو اپنے گوش باطن سے آواز ہاتف سے یا اور کارکنان باطن و عالم غیب کی آواز باطنی سے سُن لیگی یا اور حواسوں باطنی سے جیسے شم باطنی ذوق باطنی لمس باطنی روحی ہیں معلوم ہو جائیگی۔ اگر روح پر کشف مغیبات کا اُس کی پوری قوت ہائے مذکورہ سے مطابق واقعہ کے ہوا یعنی روح نے اپنی چشم بینا باطنی سے جو اپنے اصلی نور ذاتی سے منور اور روشن ہے امر غیبی کو عالم غیب میں بعینہ دیکھ لیا یا اپنی سماعت باطنی سے جو پوری اور اصلی ہے اور کوئی خرابی اُس میں نہیں ہے اسکو ہاتف غیب سے یا القاء سمع کے طور سے سُن لیا تو اسکو **کشف مجرد** کہتے ہیں کہ روح کا کام صدق ہے کذب اُس کی ذات میں نہیں کذب نفس کی ذات میں اور تخیلہ ناقص کی ذات میں ہے اور اگر کوئی امر غیبی روح گرفتار نفس پر کشف تو ہوا مگر مطابق واقعہ کے جیسا کہ وہ کشف ہے نہوا۔ نفس و خیال کذاب بدحال نے جو اُسکی بغل کے گھونسے ہیں اور اُسکو اپنی ڈوری پر لگائے پھرتے ہیں اپنی رنگ آمیزی اور نقشبندی سے اُسکو کچھ اور ہی دکھا دیا یا سنا دیا یعنی روح کی آنکھ میں نفس و خیال بدحال کی عیاری سے اور اُنکی جھوٹی اور بناوٹی باتوں کی تابعداری سے موتیا بند ہو گیا اور بہت تھوڑی روشنی اُس میں رہگئی یا مرض رمد چشم باطنی ہو گیا اور اُس میں دھندلا سا نظر آنے کی طاقت رہی اور اِن آئینہ داروں اور نقاشان نفس و خیال نے آئینہ اور نقش ساختہ خود کو روح کی اُن چوندھیائی ہوئی آنکھوں کے سامنے رکھ دیا اور اُسمیں امر غیبی اور ہی صورت اور رنگ میں روح کو دکھا دیا یا سنا دیا کہ سماعت باطنی کا بھی ملاوٹ نفس و خیال خراب سے یہی حال ہو گیا ہے جو روح کی آنکھوں کا ہو گیا ہے اس طرح جو دوسری صورت میں امر غیبی کا کشف روح پر ہوا اسکو **کشف مخیل** کہتے ہیں اور یہ تعبیر کے قابل ہے اور اگر روح پر خواب میں امر غیبی کچھ بھی منکشف نہوا اور نفس و خیال ناقص اُسکو اپنے ہی تماشے اور بھان متی کا سانگ دکھاتے رہیں تو یہ دیکھنا اُسکا یا سُننا **اضغاث احلام** ہے اور کچھ بھی نہیں اور یہ واضح رہے کہ اہل خلوت پر کبھی کبھی اثناء ذکر میں یا ذکر میں مستغرق ہونے میں بیداری میں ایسی حالت وارد ہو جاتی ہے کہ وہ محسوسات سے غائب ہو جاتے ہیں یعنی حواس خمسہ ظاہری اُن کے معطل اور بیکار ہو جاتے ہیں اُن کی محسوسات محسوس نہیں ہوتیں اِن کی خدمتگاری سے روح چھوٹ کر باطن کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے امور غیبی کے بعضے حقائق اُن پر کشف ہو جاتے ہیں جیسے سونے والے کو خواب میں کشف ہوتے ہیں اس کشف کو صوفیہ کرام **واقعہ** کہتے ہیں اور اُن کا حال کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

کہ حالت حضور اور بیداری میں حس ظاہر سے غائب ہونے کے بغیر ان پر امور غیبی کے بعضے حقائق منکشف ہو جاتے ہیں اسکو وہ مکاشفہ کہتے ہیں واقعہ اکثر احوال میں خواب کے مشابہ اور مناسب ہوتا ہے کہ مثل خواب کے کوئی واقعہ صادق ہوتا ہے اور کوئی کاذب۔ مگر مکاشفہ کبھی کاذب نہیں ہوتا کیونکہ مکاشفہ وہ ہے جو روح کو اُس حالت میں ہو جبکہ روح غواشی بدن سے تجرّد اور تفرّد حاصل کر کے مطالعہ مغیبات کا کرے (نقد النصوص جامی رحہ فص السحقیہ) اسی قسم میں جو تقریر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے منام اور واقعہ کے باب میں مفصل ہے وہ اس طرح ہے کہ ہر منام (خواب) اور واقعہ تین قسم پر منقسم ہوتا ہے قسم اول کشف مجرّد ہے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ دیدہ روح جو خیال سے مجرد ہو (اور کوئی بیاری و گرفتاری اثر خیال کے اُس میں نہ ہو) ایک صورت حال کو جو ابھی حجاب غیب میں ہے خواب یا واقعہ میں مطالعہ کرے اور اُس کے بعد جس طرح وہ دیکھا تھا اُسی طرح عالم شہادت میں وہ واقع ہو یا یوں سمجھیے کہ حجاب غیب سے وہ عالم شہادت میں آجائے لیکن دیکھنے والے کی نسبت وہ ابھی غیب کا حکم اس وجہ سے رکھے کہ اُس کے حس ظاہر سے وہ غیبت میں ہے۔ مثلاً کوئی خواب میں دیکھے کہ فلاں جائے پر خزانہ اس اس صورت سے دبا ہوا ہے اور پھر وہاں اُسکو وہ اُسی طرح پائے (یہ کشف مجرد ہے) اور اس معنی کا اگر بطریق مشاہدہ کے ادراک ہو تو مدرک یعنی ادراک کرنے والی اُس کی بصیرت روح ہوتی ہے اور اگر بہ اسماع ہواتف اور الفاظ سمع سے معلوم ہو تو اُسکا ادراک سمع روح سے ہوتا ہے

حکایت کہتے ہیں بغداد میں ایک درویش بڑا متوکل تھا (توکل علی اللہ پر اُسکا خوب عمل تھا) کسی سے کوئی سوال کسی حاجت کا نہیں کرتا تھا ایک روز بڑی حاجت اُسکو پیش آئی اُس کے باطن نے تقاضا کیا کہ کسی سے وہ اُسکا سوال کرے اس خیال آنے پر وہ پشیمان ہوا اور اپنے نفس سے کہا کہ اتنے دنوں تو میں نے خدا سے عہد رکھا کہ کسی سے سوال نہیں کرونگا اب نقض اُس عہد کا کیسے کروں اُس عہد کو نہیں توڑونگا یہ کہکر وہ سو رہا اُس نے خواب میں دیکھا کہ ہاتف نے آواز دی فلاں جائے خرقہ رزق رکھا ہے اور اُس میں کچھ زر بندھا ہوا ہے اُسکو لیکر اپنے کام میں لا وہ درویش خواب سے اُٹھا اور اُسی جگہ گیا تو اُس خرقہ کو اُسی صفت سے وہاں پایا (یہ کشف مجرد خواب کا تھا واقعہ کا کشف مجرد سنئے)

حکایت ایک درویش مجاور مکہ شریف کا تھا اور اُسکا ایک دوست بغداد میں رہتا تھا اُس نے سُنا کہ وہ مرگیا اس سے اُسکو بڑا رنج ہوا تھوڑی دیر کے لئے وہ اپنے سے غائب ہوا واقعہ میں کیا دیکھتا ہے کہ اُسکا وہ دوست بغداد کے بازار میں بیٹھا ہے۔ پھر جب وہ غیبت سے ہوشیار ہوا (غیبت اُسکی جاتی رہی ہوش ظاہری میں آگیا) تو اس حال سے اُس نے اپنے دوستوں کو اطلاع دی دریافت سے

معلوم ہوا کہ اُس دوست بغدادی کا حال اُسوقت اُسی صفت سے تھا جس صفت سے اُسکو اُس درویش
نے دیکھا تھا اور اس درویش نے واقعہ کے بیان کے وقت یہ بھی بیان کیا تھا کہ اس واقعہ میں میں نے
بغداد کے لوہاروں کے ہتوڑوں کی آواز بھی اپنے کان سے سُنی تھی اس صورت کے واقعہ میں کذب
اصلا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کشف میں روح منفرد ہوتی ہے کذب اُس سے منتفی ہوتا ہے (اس سے
ظاہر ہے کہ روح کا دیدہ بڑی نورانیت بڑی قوت رکھتا ہے جس نے مکہ سے بغداد کا حال دیکھ لیا اور مکہ اور
بغداد کی کیا دوری ہے وہ فرش سے عرش کو بلکہ اُس سے بالاتر عین ثابتہ تک دیکھ سکتا ہے اور یہی روح
کی قوت اور طاعت سماعت کا حال ہے کہ وہ ٹیلی فون برق محمدی کی طاقت سے عالم مثال اور عالم
ارواح تک کی باتیں بلکہ اُن سے اعلی مرتبہ کی باتیں سنتی ہے) **دوسری قسم** اقسام نوم اور واقعہ کی
کشف مخیل ہے یہ اس طرح ہوتا ہے کہ روح انسانی کو خواب میں یا واقعہ میں بعض مغیبات معلوم
ہوجاتے ہیں اگر نفس جو اُس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اُس کے ساتھ اس میں مشارکت اور مداخلت کرتا ہے
قوت متخیلہ سے خزانہ خیال میں سے محسوسات کی کسی صورت مناسب کا اُسکو لباس پہنا دیا ہے روح
اُس لباس میں اُسکو مشاہدہ کرتی ہے (یہ کشف مخیل ہے کہ خیال نے اُس میں اپنی رنگ آمیزی کردی
ہے اسی وجہ سے اسکا نام کشف مخیل ہے) معبر یا شیخ مناسبت صورت کا لحاظ کرکر صورت خیالی سے
گذر کر اور حقیقت اُس کی جو روح کو مدرک ہوئی تھی معلوم کرکر تعبیر اور تفسیر اُس کی کردیتا ہے اس قسم (دوم
کے خواب اور واقعہ) میں امکان مداخلت کذب کا ہے لیکن اس میں اس سبب سے کہ ادراک روح کا بھی اسمیں
شامل ہے امکان کذب محض کا نہیں ہے یعنی اگر اُس حال ادراک روح میں خواطر نفسانی مدرکات روح
انسانی کے ساتھ منضم نہیں ہوتے ہیں اور متخیلہ حقائق مدرکات روح کو لباس خیالی نہیں پہناتی ہے تو وہ
خواب یا واقعہ صادق و سچا ہوتا ہے اور اگر بعضے خواطر نفسانی مدرکات روحانی کے ساتھ ملجاتے ہیں اور
متخیلہ اُن تمام مدرکات کو لباس ہائے خیالی پہنا دیتی ہے تو بعض اُن میں سے صادق اور سچے ہوتے ہیں اور
بعضے اُن میں سے کاذب اور جھوٹے معبر اپنے قوت علم تعبیر سے حقائق مدرکات روحانی کو شوائب اور
ملاوت خواطر نفسانی سے منقح اور خالص کرکے تعبیر کردیتا ہے **تیسری قسم** اقسام نوم اور واقعہ کی **خیال
مجرد** ہے یہ اس طرح ہوتا ہے کہ خواطر نفسانی دل پر غلبہ کرلیتی ہیں اُس غلبہ سے روح مطالعہ عالم غیب سے
محجوب ہوجاتی ہے (دیدہ روحانی اُس غلبہ خواطر نفسانی سے پھوٹ جاتا ہے روح اندھی ہوجاتی ہے اور کان
روحانی بہرے ہوکر سماعت باطنی اُن کی جاتی رہتی ہے) حالت نوم اور واقعہ میں وہ خاطر قوی تر ہوجاتی ہے
اور متخیلہ ہر ایک کو جو لباس خیالی پہنا دیتی ہے اُسی کا مشاہدہ ہوتا ہے یا اُن خواطر کی صورتیں بعینہ بدوں تصرف

متخیلہ کے اور بدون اُس کے کسی لباس پہنانے کے مرئی ہوتی ہیں اور دکھائی دیتی ہیں جیسے کسی کی خاطر میں ہروقت یہ ہو کہ کہیں سے خزانہ ملے خواب میں دیکھا کہ خزانہ ملا ہے (یہ اُس کی خاطر کی جو صورت تھی خواب میں وہی نظر آئی کوئی خزانہ اُسکو نہیں ملا) یا کوئی مرتاض ہے اور ریاضت کرنے کا باعث اُسکا یہ داعیہ ہے کہ لوگ اُسکو (اس ریاضت سے) قبول کریں اور واقعہ میں وہ اپنا مسجود خلائق ہونا دیکھے (حالانکہ واقع میں وہ مسجود خلائق نہیں ہے تو) معبر جان لیتا ہے کہ یہ مشاہدہ نفس کی وجہ سے ہے جو خواب دیکھنے والے پر غالب ہو رہا ہے اور اُسکو اپنے تماشے دکھاتا ہے اُسکا معبر کچھ اعتبار نہیں کرتا اس خواب کو **اضغاث احلام** کہتے ہیں اور اگر واقعہ میں ایسا نظر آئے تو **واقعہ کاذبہ** کہتے ہیں اس میں صدق اصلا نہیں ہوتا کیونکہ نفس بالاستقلال اُس خاطر کو پیدا کرتا ہے (اور اُس کی صورت دکھاتا ہے) صدق نفس میں قطعاً نہیں ہوتا۔

صحیح اور سچے خواب نظر آنیکے اسباب

صحیح اور سچے خواب نظر آنے کے اسباب بھی ہیں (اُن کی تین قسم ہیں) بعض ایسے ہیں جو نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض ایسی ہیں جو بدن سے تعلق رکھتی ہیں اور بعض ایسی ہیں جو ان دونوں سے تعلق رکھتی ہیں

(پہلی قسم) جو نفس سے تعلق رکھتی ہے

(۱) حق سبحانہ کی طرف توجہ تام رکھنا

(۲) سچ کی عادت کرنا

(۳) عالم روحانی عقلی کی طرف نفس کا مائل ہونا۔

(۴) جس قدر نقائص و بری صفات ہیں اُن سے نفس کا پاک ہونا۔

(۵) جس قدر بدنی شغل ہیں اُن سے نفس کا معرض ہونا اور منہ پھیرنا

(۶) جس قدر محامد اور عمدہ صفات ہیں اُن سے نفس کا موصوف ہونا

کیونکہ یہ سب نفس کو روشن اور منور کرتے ہیں اور اُس کو قوت بخشتے ہیں جس قدر ان سے نفس کو قوت آئیگی اور نورانیت اُس کی بڑھے گی اُسی قدر وہ عالم حسی کو خرق کرے گا اور اُسکو پھاڑ کر اس میں سے نکل جاوےگا اور اُس ظلمت اور تاریکی کو جو اُسکو مشاہدہ سے باز رکھتی ہے بقدر اپنی قوت اور نورانیت کے رفع اور دور کرے گا۔ اور جب نفس ان اچھی صفتوں سے موصوف ہوجائےگا تو اُس کے اور ارواح مجردہ کے درمیان جو مناسبت ہے۔ اُس میں قوت پیدا ہوجائےگی۔ اس حال میں اُن مجردہ ارواح سے

سے نفس پر اُن معانی اور اُن باتوں کا فیضان ہوگا جن سے نفس کو اُن مجردہ ارواحوں کی طرف انجذاب قوی پیدا ہوتا ہے اور (اس سے) نفس کو شہود تام اور مشاہدہ کامل حاصل ہوجائے گا۔ اور جب وہ فیض منقطع ہوجائے گا۔ اور اُس کا حکم نفس پر نہ رہے گا (کیونکہ ہر وقت تو فیضان اُس پر رہ ہی نہیں سکتا) تو نفس اُس علم سے موصوف ہوکر جو اُسکو فیضان روحی سے حاصل ہوا ہے عالمِ شہادت میں واپس آجائے گا۔ اور اُن صورتوں کا (جو اُس شہود تام اور مشاہدہ کامل میں مشہود ہوئی تھیں) اُس میں نقش باقی رہ جائے گا کیونکہ (شہود تام اور مشاہدہ کامل کے وقت) وہ صورتیں خیال میں منطبع (اور فوٹو) ہوجاتی ہیں (اور پھر نہیں جاتی ہیں)

(دوسری قسم) جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں

(۱) صحت بدن

(۲) اعتدال مزاج شخصی

(۳) اعتدال مزاج دماغی

(تیسری قسم) جو نفس و بدن دونوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱) طاعات وعبادات بدنیہ کا بجالانا اور خیرات کرنا

(۲) (جو قوتیں اور آلات بدنیہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو عطا فرمائی ہیں اُن) قوتوں اور آلوں ذاتی کو احکام الٰہی کے موافق استعمال کرنا

(۳) افراط و تفریط میں اعتدال قائم رکھنا۔

(۴) ہمیشہ باوضو رہنا

(۵) اشغال بہ غیر الحق کو چھوڑنا

(۶) ذکر وغیرہ میں ہمیشہ اور دوام رہنا خصوصاً اول رات سے سونے کے وقت تک

(اب ان باتوں میں سے آپ غور کریں کہ کون کون سی آپ میں ہیں اور کون کون سی نہیں ہیں جو نہوں اُن کی پوری حصول کی کوشش کریں۔ طالب حق اور سالک الی اللہ کا یہ کام نہیں ہے کہ قانون تصوف کو پڑھکر اطلاع شد کہکر داخل دفتر کیا کہ ہم بھی ایک مسئلہ قانون تصوف سے واقف ہوگئے۔ نہیں اگینٹ رول خلاف اس قانون کے ہے ع غیب آید این معنی از ہوشمند ٥

کار کن کار و بگذر از گفتار کاندریں کار کار دارد کار)

صحیح اور سچے خواب نظر نہ آنے کے اسباب

صحیح اور سچے خواب نظر نہ آنے کے اسباب وہ ہیں جو صحیح اور سچے خواب نظر آنے کے خلاف ہیں جیسے

(۱) سوء مزاج دماغی

(۲) لذات دنیوی میں نفس کا مشغول رہنا

(۳) تخیلات فاسدہ اور برے خیالات کو قوت متخیلہ کا استعمال کرنا

(۴) شہوات نفسانیہ میں منہمک اور مستغرق رہنا۔

(۵) شرع شریف کی مخالفت کے کام کرنا

ان سب باتوں سے ظلمت طاری ہوتی ہے۔ اور حجاب بڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب اسکا نفس خواب کے وقت عالم ظاہر سے عالم باطن کی طرف توجہ کرتا ہے۔ تو یہی امور متشکل ہوکر اور صورت پکڑ کر (عالم مثال مقید میں) اسپر ظاہر ہوتے ہیں اور عالم حقیقی کے مشاہدہ سے اسکو روکتے ہیں وہ خواب اضغاث احلام یعنے خواب پریشان ہوتی ہے۔ کچھ قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ کہ اس وقت خواب میں وہی دیکھتا ہے جو قوت متخیلہ نے اپنے تخیل کی نقشبندی سے پیش کردیا ہے۔ انتہی کلام مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نقد النصوص فص التحقیقیہ۔

حضرت داؤد قیصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس قدر اور فرمایا ہے (دیکھو مقدمہ شرح فصوص الحکم فصل چھٹی) کہ مزاج کی خراب ہونے کی حالت میں جو خواب دیکھتا ہے اکثر اس میں خوفناک امور ہوتے ہیں اور اس سے اور بھی اس کے بدن کے مزاج میں تغیر ہو جاتا ہے۔ اور اسکا مزاج پہلے سے بھی زائد بدل جاتا ہے۔ یہ کل امور جن کو وہ خواب میں دیکھتا ہے۔ اس کے احوال ظاہری کا نتیجہ ہیں اگر اس کی حالت ظاہری اچھی ہے تو خواب بھی اچھی ہے۔ اگر بری ہے تو خواب بھی بری ہے۔ اور صورتوں کا مشاہدہ کبھی حالت نیند میں ہوتا ہے کبھی حالت بیداری میں۔ جیسے خواب کی دو قسم ہیں۔ ایک خواب صحیح دوسری خواب پریشان۔ ایسے ہی جو بیداری (یعنے واقعہ میں) دیکھا جاتا ہے۔ اس کی بھی دو قسم ہیں۔ ایک، جو بیداری میں دیکھا ہے وہ مطابق واقعہ کے امر حقیقی اور نفس الامری دیکھا ہے

دوسرا جو بیداری میں دیکھا ہے محض خیالی دیکھا ہے اصلیت اور حقیقت اس کی کچھ نہیں یہ دوسری قسم شیطان کی شیطنت سے بیداری میں دکھائی دیتی ہے۔ اور کبھی شیطان یہ شیطنت کرتا ہے۔ کہ اس میں سچی باتوں کو بھی ملا دیتا ہے۔ تاکہ وہ صورت دیکھنے والا دھوکا کھا جائے اور راہ حق سے بھٹک جائے اور اپنے کام

سے گمراہ ہو جائے اس واسطے سالک کو مرشد کی نہایت ہی ضرورت ہوتی ہے تاکہ مرشد اُسکو راہ راست پر لاوے اور مہلکوں سے بچاوے۔ انتہیٰ۔

پہلے اس سے قانون سلوک میں صفحہ ۳۳ سے صفحہ ۹۸ تک سالک کے خوابوں کے حالات اور اُنکی بابت مرشد کے ارشادات اور دیگر حالات متعلقہ عرض کر چکا ہوں۔ مگر اس قانون تصوف میں بھی ہر امر جو سالک کے مفید ہے اور اُسکو واقفیت اُس کی ضروری ہونا چاہیئے اسلئے اُسکو کچھ تصحیح کے ساتھ پھر عرض کرتا ہوں۔ کہ سالک مبتدی کو خواب معتبر اور غیر معتبر کی پہچان اور تمیز میں وقت پیش آتی ہے کہ بصورت قابل تعبیر خواب ہونے کے وہ اُن مناسبتوں اور مشابہتوں کو نہیں جانتا جن مناسبتوں اور مشابہتوں میں نفس اور خیال اپنی نقشبندی کرکے خواب میں اُس امر غیبی کو جو باطن میں ہے یا ظاہر ہونے والا ہے دکھاتے ہیں۔ اسلئے سالک طریق الی اللہ مبتدی و متوسط کے لئے جبکہ انوار ذکر سے خوابیں دکھائی دینی شروع ہو جائیں طریقت میں یہ دستور یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ جو کچھ وہ خواب میں دیکھے اُس میں خود فکر نہ کرے وقت خاص میں اُسکو اپنے ہادی اپنے مرشد سے عرض کرے تاکہ وہ اپنے قوت باطن سے اور اُس تجربہ سے جو اس کام میں اُسکو ہے اُس میں تمیز کرے اور بتادے کہ کونسی اُن میں سے معتبر ہے اور کیا تعبیر رکھتی ہے۔ اور کونسی غیر معتبر ہے۔ اور خیال رکھنے کے قابل نہیں ہے۔ جو سالک اس قاعدے پر عمل نہیں کرتا اور آپ ہی آپ اپنی خوابوں میں تمیز کرتا ہے۔ اور کبھی اتفاقیہ ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ جس خواب کو اُس نے سچا جانا تھا۔ وہ سچی نکل آتی ہے۔ تو پھر وہ اپنی تمیز پر بھروسہ اور اعتبار کر لیتا ہے۔ اور اس غلطی سے کبھی غیر معتبر اور خواب کاذبہ کو بھی سچا جان لیتا ہے اور بگڑ جاتا ہے اور جو سالک مبتدی و متوسط محتاط ہوتا ہے اور قواعد طریقت پر چلنے والا وہ اپنی تمیز پر اعتبار نہیں کرتا مرشد سے اُسکا حال عرض کرتا ہے جیسے وہ بتاتا ہے اُس پہ یقین کرتا ہے۔

فرض کیجئے کہ ایک طالب صادق پر انوار ذکر سے پہلے رؤیائے صالحہ کا مقام ہی کھلا ایک روز خواب میں دیکھتا ہے کہ گدھے سے لڑ رہا ہے اور گدھا اُس کے لاتیں مار رہا ہے۔ گدھے نے اُس طالب کو دبا رکھا ہے۔ خواب سے اُٹھکر حیران و پریشان حضرت مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ حال عرض کیا۔ حضرت مرشد نے فرمایا کہ نار ذکر[1] جو سویدائے دل سے بخار لطیف کے ساتھ اعضا میں پہنچتی ہے وہ سب چیزوں کو جو اُس جناب کے لائق نہیں ہوتی ہیں جیسے صفات مذمومہ ہیں جلا دیتی ہے اور نور ذکر جو تابع نار ذکر ہے اُن چیزوں کو جو اُس جناب کی لائق ہیں جیسے صفات محمودہ ہیں تقویت بخشتا ہے

[1] نوٹ: دیکھو لطائف السلوک حضرت شاہ غلام جیلانی رہتکی قدس سرہ

اور صفا کرتا ہے پس نار و نورِ ذکر دونوں صفاتِ ذمیمہ کو حمیدہ میں تبدیل کرنے میں اثر کرتے ہیں
سالک مبتدی و متوسط ان صفاتِ ذمیمہ کو یا خواب میں یا واقعہ میں اُن حیوانات کی صورت میں دیکھتا ہے جن سے وہ مناسبت اور مشابہت رکھتے ہیں۔ مرشدانِ کامل نے بڑے بڑے تجربات اور مشاہدات اور واقعات سے جو اُن کے طالبوں پر سلوک الی اللہ میں واقع ہوئے ہیں۔ یہ بات معلوم کی ہے جس کی طرف اشارہ مولانا جامی قدس سرہٗ نے سلسلۃ الذہب میں کیا ہے۔

(دیکھو سلسلۃ الذہب مطبوعہ نول کشور صفحہ ۲۴)

نظم

چوں شوی فرج و بطن را مغلوب — از خر و گاو بر تو آرد کوب
چوں شوی حرص و آز را مقہور — موش بینی رفیقِ خود مامور

(۱) **شہوتِ فرجی** گدھے سے مناسبت اور مشابہت رکھتی ہے کہ اُس پر بھی شہوت غالب ہوتی ہے سالک اپنے باطن میں اس شہوتِ فرجی کو گدھے کی صورت میں دیکھتا ہے۔ اگر دیکھے کہ گدھا اوس کو ایذا دیتا ہے اور اُس پر حملہ کرتا ہے۔ یا گدھا بہت موٹا تازہ ہے۔ بوجھ جو اُس پر لادنا چاہتے ہیں لادنے نہیں دیتا گرا دیتا ہے تو اس سے سمجھے کہ شہوتِ فرجی اس کے باطن میں غالب ہے اُس کے توڑنے کا علاج کرنا چاہئے۔ اور کوشش اور مجاہدہ کر کے اُس کو توڑنا چاہئے۔ اور اگر یہ دیکھے کہ اُس کے پاس گدھا ہے اور وہ مرگیا ہے۔ یا اُس پر بوجھ لاد کر کہیں لے جاتا ہے تو سمجھے کہ اس شہوتِ فرجی پر وہ غالب آگیا ہے۔ اُس کا زور کم ہوگیا ہے اسی طرح یہ بات جانے

(۲) **شہوتِ بطنی** بیل اور مینڈھے سے مشابہت رکھتی ہے۔ اگر کوئی ان پر بوجھ لادیگا تو بیل او مینڈھا اُس کا وُہی حال کرینگے جو گدھے نے کیا یعنے اُس پر حملہ کر کرا دینگے اور اُس کو ایذا دینگے۔

(۳) **حرص و آز** چوہے اور چیونٹی سے مناسبت اور مشابہت رکھتے ہیں۔ جب حرص و آز کسی پر غالب ہوگی تو خواب میں دیکھیگا کہ چوہا اور چیونٹی اُس کے رفیق ہیں۔

دیگر اخلاق ذمیمہ اور رذیلہ کی بابت مرشدانِ کامل نے اپنے تجربات سے اس طرح ارشاد

فرمایا ہے ۔

(۴) قوتِ غضبی کالے کتے اور ریچھ سے مناسبت اور مشابہت رکھتی ہے۔

(۵) بخیلی۔ چوہے سے مناسبت اور مشابہت رکھتی ہے۔

(۶) شرہ۔ بندر اور چنکیرہ گنجے سے مناسبت اور مشابہت رکھتی ہے۔

(۷) کبر۔ چیتے سے مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے۔

(۸) طلب علو و اطاعت مردم شیر سے مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے۔

(۹) مردم آزاری بھیڑیئے (گرگ) سے مناسبت اور مشابہت رکھتی ہے۔

(۱۰) مکر و فریب لومڑی (روباہ) سے مناسبت اور مشابہت رکھتی ہے۔

(۱۱) عداوت سانپ سے مناسبت اور مشابہت رکھتی ہے۔

(۱۲) زبان سے لوگوں کو ایذا پہنچانا بچھو سے مناسبت اور مشابہت رکھتی ہے۔

(۱۳) خواطر شیطانیہ زنبور یعنی بھڑ سرخ رنگ کلاں سے مناسبت اور مشابہت رکھتی ہے۔

اسی پر دوسرے حیوانوں کو قیاس کر لو یعنی جو صفت ذمیمہ جس حیوان پر غالب ہے وہی صفت ذمیمہ اُس حیوان سے مناسبت اور مشابہت رکھتی ہے۔ اور خواب و واقعہ میں سالک مبتدی و متوسط پر اُس حیوان کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور اُن کے حالات سے اُن کا غالب یا مغلوب ہونا پایا جاتا ہے۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ اسی پر بھروسا کر کے ہی نہ بیٹھ رہنا کہ گدھے کو خواب یا واقعہ میں مردہ دیکھ لیا ہے تو بس اب شہوت قرچی مرگئی اور اس کی طرف سے بے کھٹکے ہو گئے۔

ریاضت اور مجاہدہ جو اُس کے توڑنے کے لئے تھا وہ چھوڑ دیا۔ نہیں یہ صرف ایک بیان ہے جو کارآمد ہے۔ رول اور قاعدہ طریقت یہ ہے کہ اگر سانپ کو سر کچلنے سے مردہ دیکھو تو پھر بھی اس کا سر کچلے ہی جاؤ۔ شاید وہ دم نہ چرا گیا ہو۔ شاید واقع میں وہ نہ مرا ہو اور تمہارا اُس کو مردہ سمجھنا غلطی فہم ہے۔ اسی طرح ان حیوانات پر خواب یا واقعہ میں غالب آنا

اپنا دیکھ کر یقین کلی نہ کر لینا کہ جو صفت ذمیمہ اُن سے مناسبت اور مشابہت رکھتی ہے۔ باطن میں ختم ہو گئی شاید کہ وہ خرابات چلساز ہی نفس کی ہو حقیقت میں وہ صفت ذمیمہ باطن میں غلبہ رکھتی ہو اور نفس نے جھوٹی شکل میں جس کا کام ایسی ہی جھوٹی نقشبندیاں کرنا ہے اُس کو دکھایا ہو۔ پس اس مقام پر دل اور قاعدۂ طریقت یہ ہے کہ اگر سالک مبتدی یا متوسط خواب یا واقعہ میں اُن حیوانوں میں سے کسی حیوان کو اپنے اُوپر غالب دیکھے تو اُس صفت ذمیمہ کے توڑنے کے لئے بہ نسبت سابق کے زیادہ اور سخت مجاہدہ کرے اور اگر اُن کے اُوپر اپنے تئیں غالب دیکھے یا اُن کو مُردہ دیکھے تب بھی مجاہدہ کو نہ چھوڑے اور کچھ نہ کچھ کرتا رہے جب وہ مر جائینگی یا دل اور باطن کے میدان سے اُن کا ڈیرہ خیمہ اُٹھ جائیگا تو خواب یا واقعہ میں دکھائی دینے سے خود بند ہو جائیں گی کہ

مَن میں بسے سو سُپنا دِسے

جب مَن اور دِل کی آبادی سی وہ اُجڑ گئی پھر خواب میں آنے سے رہ گئی۔ اُجڑ جانے سے مُراد دوامی اُجڑنا ہے نہ چند روزہ کہ کسی بڑی طاقت والے مجاہدے اور ذکر فکر نے اُن کو آباد دِل سے اُجاڑ دیا تھا مگر جب وہ مجاہدہ و ذکر و فکر کم ہو گئے طاقت اُن کی کم ہو گئی تو وہ اُجڑے ہوئے پھر آبسے اور خواب یا واقعہ میں کبھی نہ کسی حال میں دکھائی دینے لگے اور مصداق اِس کے ہوئے کہ "مَن میں بسے سو سُپنا دِسے"

پس سُپنا اور خواب بھی دِل کی آبادی کا ایک پرتوہ اور عکس ہے۔ اِس پرتوے اور عکسی نمود سے سالکان طریق الی اللہ تہذیب اخلاق میں لگے رہتے ہیں اور اخلاق ذمیمہ کی جڑ مجاہدات اور ریاضات اور ذکر و فکر سے اُکھاڑتے ہیں۔ نری باتیں ہی باتیں نہیں بناتے

پس ع کارکن کار بگذر از گفتار   کاندریں کار کار دار د کار

یا یُوں سمجھو کہ یہ خواب و خیال سالک کے لئے نفس کی باتیں ہیں اور تماشا گری ان باتوں پر۔ اِس بھان متی کے تماشے پر زیادہ دھیان نہ کرنا چاہئے۔ اِن باتوں کو اِس تماشے کو

باقتضائے مقام سنو اور دیکھو اور چلدو۔ کھڑے نہ ہو۔ اپنے کام میں لگو۔ یہ سُنکر طالب صادق آداب بجا لایا اور حضرتِ مُرشد سے رخصت ہو کر اپنے مقام پر جا کر اپنے کام میں مشغول ہُوا۔ اب تو کچھ اور ہی رنگ آنے لگا۔ ایک طرف عشق باطن میں جوش مارنے لگا۔ دُوسری طرف نُورِ ذکر اپنا کام کرنے لگا۔ باطن کی ریل چل پڑی رویائے صالحہ کا تار لگ گیا۔ بہت اچھی اچھی خوابیں نظر آنے لگیں۔ خواب میں وہ عجائب سیر ہونے لگی جو کبھی دیکھی نہ سُنی۔ مگر یہ طالبِ صادق اب کچھ اُن کی طرف خیال نہیں کرتا۔ اپنے کام ذکر و فکر و مجاہدے میں لگا رہتا ہے۔ جن کی بدولت یہ مقام نصیب ہُوا۔ اس شب و روز کی محنت سے بہت کچھ منزلیں باطن کی طے کر گیا۔

یہ بیان منامات اور واقعات کا مثال مقید اور خیال مقید کے بیان میں آ گیا تھا جس کو مفصل بیان کرنا ضرور ہُوا۔ اب سماعتِ باطنی کاملانِ اولیاء اللہ کا حال سُنئے جو نزدیک و دُور کا کلام باطنی اور دلی اور خیالی اپنی قوتِ سماعت باطنی سے سُن لیتے ہیں خواہ وہ کیسا ہی خفیہ ہو۔ اور جی کی خیالی بات ہی ہو۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ جب کاملانِ اولیاء اللہ کی خدمت میں جاؤ اپنے دل کو سنبھال کر بیٹھو اپنے جی میں کوئی خیال کسی قسم کا آنے نہ دو کہ وہ خیال کا کلام بھی سُن لیتے ہیں۔ اسیلئے اُن کو جاسوس القلوب کہتے ہیں۔ حضرت ملا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (دیکھو رشحات مطبوعہ صفحہ ۶۷) کہ جب میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی خدمت شریف میں حاضر ہُوا۔ تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اخبار میں ہے کہ اَلعِلمُ عِلمَانِ عِلمُ القَلبِ فَذٰلِكَ عِلمٌ نَافِعٌ عِلمُہُ الاَنبِیَاءُ وَالمُرسَلُونَ وَعِلمُ اللِّسَانِ فَذٰلِكَ حُجَّۃُ اللہِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی ابنِ اٰدَمَ یعنے علم دو ہیں ایک علم قلب ہے یہ علم نافع ہے یہ علم انبیاؤں اور مُرسلوں کا ہے۔ دُوسرا علم علم لسان ہے یہ ابن آدم پر اللہ کی حجت ہے اُمید ہے علم باطنی سے تجھ کو بھی کچھ حصہ پہنچے۔ پھر حضرت خواجہ نے فرمایا خبر میں ہے اِذَا جَالَستُم اَھلَ الصِّدقِ فَاجلِسُوھُم بِالصِّدقِ فَاِنَّھُم جَوَاسِیسُ القُلُوبِ یَدخُلُونَ فِی قُلُوبِکُم وَ

یَنظُرُوْنَ اِلٰی ھِمَمِکُمْ یعنے جب تم اہل صدق کے پاس بیٹھو تو صدق سے بیٹھو کیونکہ وہ قلوب اور دلوں کے جاسوس ہیں تمہارے دلوں میں گھس جاتے ہیں اور تمہاری نیتوں اور ارادوں اور خطروں کو معلوم کر لیتے ہیں انتہٰے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کی خدمت میں بڑی احتیاط سے بیٹھنا چاہئے۔ خطرہ کو جی میں نہیں آنے دینا چاہئے۔
اِس دِل کی بات معلوم کر لینے کو اشراف باطن بھی کہتے ہیں ؛

حکایت۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ بڑے مُشرف القلوب تھے ایک روز شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہما طوس میں ایک تخت پر بیٹھے تھے۔ (نفحات صفحہ ۳۰۶) ایک گروہ درویشوں کا اُن کی خدمت میں حاضر تھا۔ اُن میں سے ایک درویش کے دِل میں خیال آیا کہ ان دو بزرگوں کا کیا مرتبہ ہے۔ اُسیوقت حضرت ابوسعید ابوالخیر نے اُس کی بابت مخاطب ہو کر فرمایا۔ جس نے دو بادشاہ ایک تخت پر ایک وقت میں ایک جا بیٹھے ہوئے دیکھے ہوں اُس سے کہدو کہ اب آکر دیکھ لے اُس درویش نے یہ سُنکر ان دو بزرگوں کی طرف دیکھا۔ حقتعالٰی نے اُس درویش کی آنکھوں کے سامنے سے پردے اُٹھا دئے تو اُس نے ان دو بزرگوں کو ویسا دیکھا ہے جیسا اُنھوں نے فرمایا تھا۔ اور اُن کی بڑی بزرگی اُسکی دِل پر ظاہر ہوئی۔ یہہ دیکھکر پھر اُس درویش کے دِل میں خیال آیا کہ آیا کوئی ان دو بزرگوں سے بھی زیادہ بزرگ آج خدا تعالےٰ کے نزدیک ہے ؟ اُسیوقت حضرت ابوسعید ابوالخیر نے اُس درویش کی طرف مُنھہ کر کے فرمایا کہ خُدا تعالیٰ کا ایسا مُلک ہے کہ اُس میں ابوسعید اور ابوالقاسم جیسے ستر ہزار اُوپر جاتے ہیں اور ستر ہزار اُن کی جگہ آتے ہیں۔ انتہٰی

اِس سے یہ ثابت ہے کہ اُس درویش کے جی میں دو دفعہ خیال آیا اور اُس خیال کے کلام کو اُسیوقت حضرت ابوسعید ابوالخیر نے سُن لیا۔ اور اس کی طرف مخاطب ہو کر اُس کا جواب دیا۔ اِس کی ایک تو یہ بات ہے کہ قوت سماعت باطنی سے جو وَبِی یَسْمَعُ کا حکم رکھتی تھی اُنھوں نے سُن لیا اور ایک یہ بات ہے کہ اُن کا قلب قلبِ محمدی کا منبع اور مجمع تھا

وبے تار برق محمدی کے ٹیلیفون سے ہر کلام کی آواز اُس میں آجاتی تھی اور درمیانی اجسام (میڈیم) اُس کلام کو خواہ کتنا ہی دور تھا کامل کی سماعت باطنی تک اثر برق محمدی سے لے آتی تھیں۔ اِس کی کیا سند کہ کامل کا قلب منبع برق محمدی کا ہوتا ہے؟ اس کی یہ سند ہے کہ صوفیہ کرام رح کے کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ صاحب مصباح الہدایت ترجمہ عوارف نے فرمایا (دیکھو مصباح الہدایت ترجمہ عوارف مطبوعہ نول کشور ۱۸۷۵ء صفحہ ۸۴ و ۸۵) مراد و محبوب مطلق حضرت سیدِ کائنات علیہ افضل الصلوت ہیں۔ کیونکہ آفرینش سے مقصود وجود باجود اُن کا تھا اور کائنات کی آفرینش اُن کی طفیل سے ہوئی اُن کی شان میں آیا لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْکَوْنَ اگر تو (اے حبیب) نہ ہوتا ہم کون کو پیدا نہ کرتے سوائے حضرت سیدِ کائنات علیہ افضل الصلوت کے کسی نبی یا ولی کو خلعتِ محبوبی خاص سے سرفراز نہیں کیا گیا۔ اور حضرت سیدِ کائنات علیہ افضل الصلوت کے متابعین میں سے بھی کسی کو ترقی مقام محبّی سے مقام محبوبی پر نہیں دی گئی۔ جب تک اُس نے پوری پوری متابعت (قولاً و فعلاً و عملاً) حضرت سیدِ کائنات افضل الصلوت کی نہیں کی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کا حکم آگیا۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ اے حبیب پیارے ہمارے کہدے اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ اللہ تعالےٰ تم سے محبت اور پیار کرے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باب میں حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مرتبہ محبّی رکھتے تھے اور خواہان مرتبہ محبوبی کے تھے۔ لَوْکَانَ مُوْسٰی بْنِ عِمْرَانَ حَیًّا مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ اگر موسے بن عمران زندہ ہوتے تو میرا اتباع کرتے۔ عیسیٰ علیہ السلام جب خواہان مرتبہ محبوبی کے ہوئے تو اُن کو کچھ عرصہ تک آسمان پر رکھا گیا ہے۔ ایک وقت آئیگا کہ وہ نزول فرمائیں گے۔ اور احیائے دین مصطفوی اور متابعت سنّت احمدی کرینگے تب مقام محبوبی کو پہنچیں گے اور کوئی مرتبہ محبّی سے خدا کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ مقام محبوبی کو نہ پہنچے کیونکہ خدا تک سوا محبوب خدا کے کوئی نہیں پہنچ سکا۔ حضرت اُستاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام

مرید و محب تھی اسلئے اُنھوں نے فرمایا رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي اور
تھی اسلئے اُن کی شان میں آیا۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ اور موسے علیہ السلام
(مُحِبّ) کی وجہ سے ہے کہا کہ اَرِنِي جواب آیا لَنْ تَرَانِي تو نہ دیکھ سکیگا اور محمد علیہ السلام (حبیب) شاہ صاحب
فرمایا گیا۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ۔ وہ مقام محبوبی کا تھا یہ مقام محبوبی محبت قدیمیہ الٓہیہ کا اثر
مصطفوی کو اپنی طرف جذب کرتا ہے یہی جذبۂ حق محمدی و مقناطیس محمدی ہے یا (جو
فقط محبت قدیمیہ کے جذب اور کشش کے لحاظ سے کہو وہ ہے) حقیقت مصطفوی کو محبت قدیمیہ
الٓہیہ کے جذب کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے مقناطیس کی خاصیت لوہے کے جذب کر
لینے میں بھی جیسے مقناطیس اپنی صفت جذب آہن کو اپنے مجذوب اور محبوب اوّل کو بخش دیتا
ہے کہ جو لوہا اُس سے کھچتا ہے وہ دوسرے لوہے کو کھینچتا ہے اور اسی طرح خاصیت ہر
جاذب کی اپنے مجذوب میں سرایت کر جاتی ہے۔ ایسے ہی رُوح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو مجذوب اوّل ہے مقناطیس محبت قدیمیہ الٓہیہ سے خاصیت جذب ارواح مرئیہ
کا حاصل کیا ہے اور ہزار ہا ارواح صحابہ رضی اللہ عنہم کو اطراف و اکناف عالم سے اپنی طرف
کھینچا ہے (یہ برق اور بجلی نہیں تو کیا ہے اور یہ آپ جانتے کہ بجلی سے مقناطیسیت
پیدا ہو جاتی ہے اور مقناطیسیت سے بھی) صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک نے
اپنی اپنی استعداد کے موافق اُس جذب سے حصہ پا کر ارواح تابعین کو اپنی طرف کھینچا
ہے۔ اسی طرح تابعین نے اُس جذب سے حصہ پا کر ارواح مشائخ اور علماء راسخ کو اپنی اپنی
طرف کھینچا ہے اور اُس جذب کا حصہ اُن کو دیا ہے۔ اسی طرح یہ خاصیت قرناً بعد قرناً
اور بطناً بعد بطناً منتقل ہوتی چلی آئی ہے اور سلسلہ مرید کا مراد کے ساتھ منتظم ہوتا
چلا آیا ہے۔ ہر مرید مراد ہوا ہے۔ یہ مرتبہ اثر متابعت رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل
[illegible] نے کمال متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ اتصال ارواح مشائخ
سے قائم کیا۔ اُسی نے رُوح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتصال پایا۔ خاصیت محبت الٓہی اُس میں [illegible]
[illegible] آثار موجود

جناب اسیدہم اُس کلاہبہ محبوبی و مُرادی کو پہنچا۔ اِس سے ثابت ہے کہ ارواح مشائخ رح کی
لے آتی تھیں۔ ان ہی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیوستہ ہیں اور محبت اور متابعت رسول صلی اللہ
صوفیہ کرام سے محبتِ الٰہی اُن سب میں سرایت کر رہی ہے۔ یہاں ظاہر ہے کہ جب تک کہ
لد بھی مُرید کی روح کو ایسی شیخ کامل و مکمل کی روح سے جو اپنی ارادت سے کلیتہً منسلخ
ت و فنا ہو اور خاصیتِ محبت الٰہی کی اُس کے شیخ کی رُوح سے اُسمیں سرایت کر گئی ہو
پیوندنہ ہو گا ہرگز مرتبہ محبوبی و مُرادی کو نہ پہنچے گا۔ مقام ولایت کو اور دوسری میں تصرف
کرنے کی طاقت اُس کو حاصل نہ ہوگی۔ اِس بیان سے ثابت ہے کہ مُرید کو مرادی کی
حاجت اور ضرورت ہے۔ انتہیٰ *

اِس سے کئی باتیں ثابت ہیں ایک یہ کہ حقیقت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم مُراد و محبوب مطلق
اور مجذوب اول جذب محبت قدیمہ کے ہے اور حقیقتِ محمدی کو صُوفیہ کرام رح ہیولائے عالم کہتے
ہیں کیونکہ وُہ تجلائے مجمل اور اوّل ہے اور عالم اُسی کی تجلی مفصل اور دوئم ہے۔ تجلی اوّل
دوم کا مبدا ہے تو جو اثر محبت قدیمہ کا محبوب مطلق اور مجذوب اوّل میں ہو گا اُس کا کچھ
محبوب مقیدر اور دوسرے مجذوبوں ما بعد میں بھی علے قدر استعداد خود ہو گا۔ جب خاصیت
محبتِ قدیمہ کو بجلی یا برق الٰہی کہیں اور اُس خاصیت جذبِ محبت قدیمہ سرایت شدہ محبوب
مطلق اور مجذوب کو برق محمدی کہیں تو یہ کہنا نامناسب ہو گا کہ ہر شئے میں بالقوہ اور
الباطن برق محمدی حالت خمود میں ہے ایک ترکیب اور طریقت سے ظاہر ہو سکتی ہے
ہر شئے میں اجسامی بجلی حالتِ خمود میں ہوتی ہے اور ایک ترکیب و طریقت سے ظاہر ہو
سکتی ہے بلکہ یہ امر واقع ہے تو فی الواقع یوں ہی کہنا چاہئے یا دُوسرے لفظوں میں یوں
کہ حقتعالے نے اپنے نور سے نورِ محمدی کو پیدا کیا اور نورِ محمدی سے ہر شئے کو پیدا کیا
کا بھی وہی نتیجہ ہے کہ ہر شئے نورِ محمدی سے بنی ہوئی ہے اور نورِ محمدی ہیولائے عالم ہے ہاں
شئے کی شیئت اور اُس کے خاص احکام و آثار الگ الگ ہیں کسی شئے کے احکام و آثار

اخبار

حضرت قبلۂ عالم شاہ صاحب علی پوری دامت فیوضہم و برکاتہم کو کشمیر کا سفر درپیش ہے اُمید ہے کہ کشمیر پہنچ گئے ہونگے۔ اور چند ماہ وہاں قیام فرما کر سردیوں کے آغاز میں ملک پنجاب میں تشریف فرما ہونگے۔ اہل کشمیر کو ہم مبارکباد دیتے ہیں۔

رونجن کے جدید دریافت کردہ شدہ شعاع موسومہ (ایکس) اور دیگر شعاع موسومہ (این) نے یورپین فلاسفوں پر بھی تجربہ سے ثابت کر دیا ہے کہ ایسی اشیاء بھی کائنات میں موجود ہیں جنکا نہ احساس ہو سکتا ہے اور نہ مادہ کی عام مفہوم معنوں میں انکا کوئی جسم ہے لیکن وہ موجود یقیناً ہیں علیٰ ہذا القیاس نئی خیال کی موجودگی کا علم یقین بھی روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ وہ وسایل ہیں جو اسلام نے معلوم نہیں کب طے کر دئیے تھے منکرین عالم آخرت اور عالم ارواح کیا اب بھی اسلام علی الخصوص تصوف کے تحقیقات پر ایمان نہ لائینگے۔ ایڈیٹر۔

رسیدزر

جناب مولوی میر دین صاحب ڈسٹرکٹ جج ریاست بہاولپور — عہ
جناب کرم حیات صاحب ملازم محکمہ بندوبست بارہ مولا — عہ
جناب منشی غلام علی صاحب دفتر کمانڈرنگ رائل انجیر ملٹری ورکس چھاؤنی پشاور — عہ
جناب سید عمر علی صاحب رئیس کھر کھودہ۔ تحصیل سانپلہ۔ ضلع رہتک — عہ
جناب شیخ نبی بخش تمباکو فروش۔ صدر بازار سیالکوٹ — عہ
جناب قاضی علی محمد صاحب موضع ورک ڈاکخانہ کلانور ضلع گورداسپور — عہ
جناب منشی رحمت خاں صاحب ماسٹر انجیر آفس — عہ
جناب محمد یعقوب صاحب پٹواری نہر موضع فروکہ۔ ڈاکخانہ فروکہ تحصیل و ضلع شاہپور — عہ
جناب پیر مبارک شاہ کٹڑہ بھنگیاں۔ کوچہ ٹکے زیاں نمبر مکان ۶۰ ۲۳ امرتسر — عہ

هرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

التماس

رسالہ انوار الصوفیہ جس کے انوار آفتاب کی طرح درخشاں ہیں جس کے مضامین علم سلوک اور تصوف کے رُوح وروان ہیں۔ اسلام کا لب لباب اور بوستانِ دین کا گُل انتخاب کہنا اسے زیبا ہے۔ اللہ اللہ کیسے اسرار رُوحانیت کے گلہائے رعنا اسمیں شگفتہ ہوئے ہیں۔ قلب مومن اگر عرش ہے تو اس رسالہ کا ایک ایک نکتہ اس عرش کی قندیل ہے یعنی مومنوں کے قلب اُس کے انوار فیض سے منور ہونگے۔ یہ رسالہ نہیں ہے ایک گلدستہ ہے جسمیں گلشن ایجاد کے نادر پھول سجا کر اصحابِ ذوق کے پیش کئے گئے ہیں یہ اور رسالوں کی طرح ایکبار مطالعہ کے بعد تقویم پارینہ سمجھا جا کر ردی میں پھینکا جانے کے لائق نہیں ہے۔ اس کو دیکھئے پھر دیکھئے۔ بار بار دیکھئے بلکہ اس قدر دیکھئے کہ خو تماشا ہو جائیے۔ یہ شاہدِ معنی ہر بار نئے لباس میں جلوہ گری کریگا۔ اور نئی ادا سے صورت دکھاویگا۔ نظر بازآنکھ اور قدر دان دل کا ہونا شرط ہے۔ اسکی بیقدری محرومیت کی دلیل ہے آئیے اس عزیز کا خیر مقدم کیجئے اور اس کو آنکھوں کی راہ دلمیں اور دل سے پردۂ جان میں اتارئے اور اس کی ہر بار نئی ادا کو ملاحظہ فرمائیے اور اس شعر کو بار بار اس کے حضور میں پڑھئے ؎

ہر دم چمن خود را رنگ دگر آرائی شورے دگر انگیزی ذوقے دگر افزائی

مگر حد ادب نگاہ رہے۔

راقم ایڈیٹر